الف
عمیرہ احمد
قسط نمبر ۱۱

''الف''

قسط نمبر 11

میرے پیارے اللہ

السلام وعلیکم

آپ کیسے ہیں؟ میں بھی ٹھیک ہوں۔ آپ کو میں یاد ہوں نا؟ میں قلبِ مومن ہوں۔ آپ کو خط لکھتا تھا۔ پھر خط لکھنا بند کر دیا۔ لیکن آپ کو بھولا نہیں ہوں میں۔ بس آپ سے ناراض تھا۔ اُس کے لئے سوری۔ مجھے ناراض نہیں ہونا چاہیے تھا پر میں آپ سے ناراض ہو جاتا ہوں کبھی کبھی۔ اب توبہ کر رہا ہوں۔ مجھے پتہ ہے آپ میری توبہ فوراً قبول کر لیں گے۔ یہ مجھے دادا نے بتایا ہے۔ پہلے مجھے ساری باتیں ممی بتاتی تھیں۔ اب دادا بتاتے ہیں۔

میں واپس ترکی آ گیا ہوں۔ آپ کا شکریہ آپ کو خط لکھا کرتا تھا میں کہ میں نے دادا کے پاس جانا ہے۔ آپ نے میری دُعا قبول کر لی۔ لیکن اب میں یہاں بہت اُداس ہوں۔ یہاں سب کچھ ٹھیک ہے۔ دادا پیار کرتے ہیں میں سکول جاتا ہوں۔ خطّاطی سیکھ رہا ہوں۔ میرا اچھا سا کمرہ ہے۔ نئے دوست ہیں۔ بہت سارے کھلونے ہیں۔ لیکن اللہ میاں میں بہت اُداس ہوں کیونکہ یہاں ممی نہیں ہیں۔

وہ مجھے بہت یاد آتی ہیں۔ حالانکہ میں اُن سے جھگڑا کر کے آیا ہوں۔ خفا بھی ہوں۔ پھر بھی وہ مجھے بہت یاد آتی ہیں۔

میں جانتا ہوں وہ اب مجھ سے پیار نہیں کرتیں۔ اُن کی زندگی میں اب بس ڈانس ہے۔۔۔ اور وہ آدمی سلطان بھی جس سے مجھے بہت نفرت ہے۔

میں آج بھی ممی سے پیار کرتا ہوں۔ اُن کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ لیکن پاکستان میں نہیں یہاں ترکی میں۔

یہاں بابا کی قبر ہے۔ میں اور دادا ہر ہفتے قبر پر جاتے ہیں۔ دُعا مانگتے ہیں۔ میں وہاں بہت پیارے پھول رکھ کر آتا ہوں۔ ممی کو سفید گلاب اچھے لگتے ہیں اور بابا کو Red گلاب میں بابا کی قبر پر سفید اور Red دونوں گلاب لے کر جاتا ہوں۔۔۔ ایک ایک۔۔۔

ممی یہاں آ جائیں تو پھر میں دادا اور ممی تینوں بابا کی قبر پر جایا کریں گے۔

مجھے لگتا ہے بابا ممی کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ پتہ نہیں مجھے کیوں ایسا لگتا ہے۔

میرے پیارے اللہ کیا آپ ممی کو میرے پاس ہمیشہ کے لئے ترکی بھیج سکتے ہیں؟ میں اور دادا اُن کے ساتھ بہت خوشی سے رہیں گے۔آپ کو پتہ ہے میں ساری چیزیں آپ سے مانگتا ہوں کسی اور سے نہیں۔یہ مجھے ممی نے سکھایا تھا۔

آپ اگر میری ممی کو میرے پاس بھیج دیں تو میں آپ کو ایک بہت پیارا Birds flowers اور butterflies والا کارڈ بنا کر بھیجوں گا اور اُس کے اوپر خطاطی میں آپ کا نام بھی لکھوں گا جو میں نے دادا سے سیکھا ہے۔۔۔بہت پیارا سا نام لکھوں گا آپ کا۔۔۔اچھے سے رنگوں میں۔

اور ہاں اب میں نے آپ کے نام کا الف بھی سیدھا لکھنا سیکھ لیا ہے۔

دادا کہتے ہیں میں ممی کو خط لکھ کر اپنے پاس بلاؤں لیکن مجھے پتہ ہے وہ میرے کہنے سے نہیں آئیں گی مگر آپ کے کہنے پر آجائیں گی۔اس لئے میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔

میں آپ سے ڈھیر سارا پیار کرتا ہوں۔اور زیادہ کروں گا۔بس آپ ممی کو یہاں بھیج دیں۔

اپنا خیال رکھیں۔

آپ کا قلبِ مومن

.....☆.....

قلبِ مومن ٹینا اور داؤد کے ساتھ بیٹھے ہوئے آفس میں کام کر رہے تھے۔جب عباس دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔وہ اُن کی پچھلی فلم کا ہیرو تھا اور الف کو شروع میں سائن کر کے پھر کانٹریکٹ ختم کر چکا تھا لیکن مومنہ سلطان کے فلم سائن کرتے ہی وہ اُڑ جانے والے سارے موسمی پرندے اگلی بہار کے نظارے کے لئے واپس آنا شروع ہو گئے تھے۔

وہ بڑی گرم جوشی سے سیدھا مومن کے پاس آ کر اُس سے گلے ملا تھا پھر اُس نے مصافحہ کر کے ہاتھ اپنے سینے پر یوں رکھے جیسے اُس کے لئے قلبِ مومن سے مصافحہ کرنا اور گلے لگنا بھی سعادت کی بات تھی۔

''آپ کو پتہ ہے مومن بھائی۔۔۔آپ کے کام کا فین ہوں میں۔۔۔آپ کے ساتھ پراجیکٹس کرنے کے لئے دس پراجیکٹس چھوڑ کر آ سکتا ہوں میں۔'' اُس نے اس انداز میں کہا تھا جیسے اُس نے الف سے علیحدگی اختیار کی ہی نہ تھی اور اس فلم کے بارے میں پہلی بار ہی پتہ چلا تھا اُسے۔

ٹینا اور داؤد نے معنی خیز نظروں کا تبادلہ کیا تھا اور قلبِ مومن نے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔

''آپ نے مومنہ سلطان کے ساتھ مجھے اس فلم میں کاسٹ کر کے میری زندگی کی سب سے

بڑی خواہش پوری کردی ہے۔'' اُس نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بھی اپنی بات جاری رکھی۔

''سکرپٹ ڈسکس کرتے ہیں۔'' مومن نے اُس کی کسی لفّاظی کا جواب نہیں دیا تھا۔ اُس نے بس سکرپٹ کھول لیا تھا۔ عباس کچھ گڑبڑایا تھا۔ مومن جال میں نہیں آیا تھا۔

''رول چھوٹا ہے اور ایک بچے کے باپ کا ہے۔۔۔ کوئی اعتراض؟'' اُس نے بے حد واضح اور غیر مبہم انداز میں کہا۔

''مومنہ سلطان کے Opposite ہے؟'' عباس نے جھٹ پوچھا تھا۔

''ہاں۔'' مومن کا جواب مختصر تھا۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' اُس نے فوراً کہا۔

''اور پھر مومن بھائی آپ کی فلم ہے مجھے پتہ ہے آپ کچھ نہ کچھ کروا ہی لیں گے مجھ سے۔ آپ پر اندھا اعتماد ہے مجھے۔''

مومن نے اُس کی خوشامد کا نیا سلسلہ بیچ میں ہی کاٹتے ہوئے داؤد سے کہا۔

''کانٹریکٹ کروالو دوبارہ۔۔۔''

.....☆.....

وہ رات کے وقت گھر کے لاؤنج میں تھکا ہارا داخل ہوا تھا۔ شکور چند دنوں کے لئے چھٹی پر گیا ہوا تھا اور گھر کی خاموشی پہلے سے زیادہ گہری تھی۔

لاؤنج میں وہ دیوار خالی تھی جس پر وہ خطاطی اتنے سالوں سے لگی ہوئی تھی۔ مومن نے اُس کی جگہ کچھ بھی نہیں لگایا تھا۔

LCD آن کر کے وہ کچن کی فریج سے پانی کی بوتل نکال کر لے آیا تھا۔ اُسے پیتے ہوئے وہ چینلز سرفنگ کرنے لگا۔ ایک چینل پر اُس کی فلم کے حوالے سے خبر چل رہی تھی۔

''The Academy Award winning actress MOMINA SULTAN signs her new film in Pakistan leaving Hector's upcoming merit Urban Saga.''

قلبِ مومن نے چینل بدل دیا۔ وہ اب جس چینل پر گیا تھا وہاں پریس کانفرنس کی کوریج کے ساتھ خبر چل رہی تھی۔

''مومنہ سلطان نے بالآخر اپنی اگلی فلم کا اعلان کر دیا اور اس بار وہ لوکل سکرین پر جلوہ گر ہوں

گی۔قلبِ مومن کی اگلی فلم ''الف'' میں۔۔۔یادرہے کہ یہ فلم پچھلے سال اناؤنس ہوئی تھی مگر پھر تعطّل کا شکار ہوگئی۔اب مومنہ سلطان کے اس فلم کا حصہ بننے پر قلبِ مومن کی قسمت کا ستارہ ایک بار پھر چمکا ہے اوراس بار بین الاقوامی طور پر ۔''قلبِ مومن نے وہ چینل بھی بدلتے ہوئے TV بند کر دیا تھا۔وہ اب بوتل سے پانی غٹاغٹ پی رہا تھا۔یوں جیسے مومنہ سلطان کے نام کی یہ تکرار اُسے پریشان کرنے لگی تھی۔ اُس کا احسان مند ہونے کے باوجود۔

فون اُٹھا کر اُس نے یک دم مومنہ کو کال کرنی شروع کر دی تھی۔دوسری طرف سے کسی نے کال ریسیو نہیں کی۔قلبِ مومن کو اُس وقت احساس ہوا کہ وہ رات کا پچھلا پہر تھا۔لیکن کال کا ریسیو نہ ہونا پھر بھی اُس کی انا کو مجروح کر گیا تھا۔

''میں تو بھول گیا تھا۔۔۔آسکر ایوارڈ یافتہ اداکارہ ہے وہ۔۔۔پہلی کال پر ڈائریکٹر کی کال کیسے لے گی وہ۔۔۔وہ بھی قلبِ مومن جیسے ڈائریکٹر کی۔'' اُس نے بڑبڑاتے ہوئے خود ہی فون بند کرتے ہوئے اُسے دور پھینک دیا تھا۔

.....☆.....

میک اپ آرٹسٹ نے اُس کے چہرے پر Puffing سے آخری ٹچ دیتے ہوئے مومنہ سے کہا۔

''اب دیکھیں اپنے آپ کو۔'' وہ کہتے ہوئے سامنے سے ہٹ گئی تھی۔مومنہ نے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا اور پہلی نظر میں اُسے لگا وہ حسنِ جہاں ہی تھی۔

''مومن بھائی نے جو look دینے کو دی تھی بالکل ویسی ہی look دی ہے میں نے آپ کو۔'' وہ اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتے ہوئے میک اپ آرٹسٹ کی بات پر چونکی تھی۔

''کون سی Look۔۔۔تمہیں کوئی تصویریں دی تھیں اُس نے؟'' اُس نے میک اپ آرٹسٹ کو کُریدا تھا۔

''ہاں۔۔۔یہ دیکھیں یہ میرے فون میں ہیں تصویریں۔'' میک اپ آرٹسٹ نے فوراً سے پہلے اپنے فون جیسے اُس کے سامنے کر دیا تھا۔

وہ حسنِ جہاں کی تصویریں تھیں اور مومنہ کو حیرت تھی حسنِ جہاں کو نہ جاننے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اُس نے میک اپ آرٹسٹ کو وہ تصویریں کیسے دے دی تھیں کیا اُسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ مومنہ وہ تصویریں دیکھ سکتی تھی۔

''سیکا۔۔۔مومنہ کی Look ہوگئی تو پھر ہمیں۔۔۔'' وہ ڈریسنگ روم کا دروازہ بجا کر روانی میں اندر آیا تھا اور آئینہ میں مومنہ کا عکس دیکھ کر فریز ہو گیا تھا۔ وہ جیسے اپنی بات بھی پوری نہیں کر سکا تھا۔ اُسے حسنِ جہاں یاد آئی تھی۔ وہ اس وقت بالکل اُسی روپ میں تھی جس میں مومن حسنِ جہاں کو پاکستان آنے کے بعد دیکھا کرتا تھا۔

''مومن بھائی ٹھیک ہے نا گیٹ اپ۔۔۔ یہی look چاہ رہے تھے نا آپ؟'' میک اپ آرٹسٹ نے اُس کی محویت توڑی تھی۔ اُس نے ہڑبڑا کر جیسے نظریں اُس کے چہرے سے ہٹالی تھیں۔ وہ چلتا ہوا اب مومنہ سلطان کے پاس آ گیا تھا۔ سامنے ڈریسنگ کاؤنٹر پر پڑے سفید گلابوں میں سے اُس نے کچھ اُٹھا کر مومنہ کے بالوں کے جوڑے میں لگاتے ہوئے میک اپ آرٹسٹ سے کہا تھا۔

''یہ بھی لگانے ہیں۔''

''اوہ۔۔۔اوہ۔۔۔ یہ میں کیسے بھول گئی۔۔۔ ہاں یہ بھی لگاتی ہوں۔'' میک اپ آرٹسٹ نے جواباً وہ پھول اُس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا تھا جو اُس نے مومنہ کے جوڑے پر رکھ کر اُسے وہ جگہ بتائی تھی جہاں وہ پھول لگتے تھے۔ مومنہ خاموشی سے آئینے میں اُس کے اور میک اپ آرٹسٹ کے درمیان ہونے والی گفتگو کسی تبصرے کے بغیر سنتی رہی تھی۔

''اب دیکھیں۔'' میک اپ آرٹسٹ نے چند لمحوں میں وہ پھول اُس کے جوڑے میں لگا کر دوبارہ مومن سے رائے لی تھی۔

اس بار مومن مومنہ کی کرسی کے پیچھے کھڑا اُسے آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ جوڑے میں سجے اُن سفید گلابوں کے ساتھ اور مومنہ آئینے میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہی تھی۔ یوں جیسے اُس کی رائے سننا چاہتی ہو۔ اُس نے صرف ایک لمحہ کے لئے آئینے میں مومنہ کو دیکھا تھا۔ پھر وہ نظریں چرا کر برق رفتاری سے وہاں سے نکل گیا تھا۔

''کاسٹیومز دیکھنے ہیں مجھے۔۔۔ ڈیزائنر آیا ہوا ہے۔'' وہ عجیب سے لہجے میں کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

.....☆.....

ڈریسنگ روم سے باہر نکل کر بھی وہ مومن کی نظروں کے سامنے سے نہیں ہٹی تھی۔ وہ اُسے اپنے دماغ سے جھٹکنا چاہتا تھا مگر وہ حسنِ جہاں بنی اُس کے دماغ سے چپکی رہی تھی۔

سٹوڈیو میں پوری ٹیم کے سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے

مومن کے آنے پر فوری طور پر اُس سے کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔ آنکھیں بند کئے اُنہیں رگڑتے ہوئے اُس نے جیسے ماضی کو ایک بار پھر چھپا دینے کی کوشش کی تھی۔ آنکھیں بند کئے وہ اپنی کنپٹیاں اور آنکھیں رگڑتا رہا اور جب اُس نے بالآخر آنکھیں کھولی تھیں تو وہ دھک سے رہ گیا تھا۔ مومنہ سلطان سٹوڈیو میں اُس کے بالکل سامنے حسنِ جہاں کے اُسی گیٹ اپ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ داؤد اور ڈیزائنز اُس کے ساتھ اُس کے کاسٹیوم اور وارڈروب کی ڈسکشن میں مصروف تھے اور وہ کچھ فاصلے پر بیٹھا صرف اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس کا خیال تھا وہ اُس کی نظروں سے بے خبر تھی کیونکہ وہ مصروف تھی لیکن یہ اُس کی خام خیالی تھی۔ وہ اپنے چہرے پر مرکوز اُس کی نظروں سے باخبر تھی اور اُس کی وجہ سے بھی۔ وہ مومنہ سلطان کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ حسنِ جہاں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اُس پر کیا اعتراض کرتی۔

.....☆.....

''آپ کو باہر تک چھوڑ دیتا ہوں۔''

وہ شام کے وقت اپنا بیگ اُٹھاتے ہوئے گھر جانے کے لئے نکلی تھی جب دروازے کی طرف جاتے ہوئے اُسے اپنے عقب میں مومن کی آواز سنائی دی۔ مومنہ نے پلٹ کر اُسے دیکھا۔

''نہیں میں ان تکلفات کی عادی نہیں ہوں۔'' مومن نے اُس کی بات کاٹ دی۔

''میں ہوں۔۔۔ آیئے۔'' آگے بڑھ کر دروازہ کھولتے ہوئے اُس نے مومنہ سے کہا۔ ایک لمحہ کے لئے وہ ٹھٹکی پھر وہ دروازے سے باہر آ گئی۔

کار پارکنگ تک وہ چپ چاپ چلتے رہے تھے۔ شام ہو رہی تھی۔ پارکنگ میں لگی سٹریٹ لائٹس آن تھیں۔

''داؤد نے مجھے بتایا تھا آپ کیلی گرافی کرتی ہیں۔'' اُس نے بالآخر ساتھ چلتے ہوئے خاموشی توڑی۔

''اب نہیں کرتی۔۔۔ پہلے کرتی تھی۔'' اُس نے جواباً کہا۔

''میری طرح بچپن میں۔'' مومنہ نے اُس کا چہرہ دیکھا۔ وہ پہلی بار اُس کے سامنے خطاطی سے اپنے ایسے تعلق کا اظہار کر رہا تھا۔ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اُس نے کہا۔

''نہیں۔۔۔ جب تک جہانگیر زندہ رہا۔'' مومن کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزرا۔

''آپ سے معذرت کرنا چاہتا تھا لیکن نہ آپ نے موقع دیا نہ میں دوبارہ ہمت کر سکا۔'' اُس نے بالآخر مدھم آواز میں کہنا شروع کیا تھا۔

''آپ سے پہلی ملاقات میں میرا رویہ ٹھیک نہیں تھا۔''

''میں ماضی پرست نہیں ہوں۔'' اُس نے جواباً اُسی نرمی سے کہا۔

''جانتا ہوں لیکن پھر بھی۔۔۔ مجھے شرمندگی ہے۔'' مومنہ نے گردن موڑ کر اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے حیرانی ہے۔''

قلبِ مومن نے بھی گردن موڑ کر اُسے دیکھا۔

''آپ کہہ لیں آپ کو اجازت ہے۔'' اُس نے اتنی فراخ دلی سے کہا تھا کہ وہ چاہنے کے باوجود کچھ نہیں کہہ سکی۔

گاڑی کے پاس پہنچتے ہوئے یک دم قلبِ مومن نے پشت پر بندھے ہاتھ سیدھے کرتے ہوئے دو سفید گلاب اُس کی طرف بڑھائے۔

''یہ آپ کے لئے۔''

وہ حیران ہوئی اور چلتے چلتے رُک گئی۔

''کس لئے؟'' اُس نے اُنہیں پکڑے بغیر کہا۔

اُسے اب اندازہ ہوا تھا وہ مسلسل ہاتھ پیچھے باندھے کیوں چل رہا تھا۔

''آپ کے بالوں میں اچھے لگ رہے تھے۔'' اُس کے جواب نے کچھ دیر کے لئے مومنہ کو لاجواب کر دیا تھا۔

''وہ کریکٹر کا حصہ تھا۔'' اُس نے نظریں چرا کر اُس کے ہاتھ میں پکڑے اُن دو سفید گلابوں کو دیکھا جنہیں وہ اب بھی اُس کی طرف بڑھائے ہوئے تھا اور پھر اُس نے اُنہیں پکڑ لیا۔

ہاتھ میں ان سفید گلابوں کو لمبی ٹہنیوں سمیت پکڑتے ہوئے مومنہ نے بڑی احتیاط سے جیسے اُن کے کانٹے ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی مگر ان دونوں گلابوں کی ٹہنیوں پر اُسے کہیں کانٹا نظر نہیں آیا تھا اور مومن نے جیسے یہ بھانپ لیا تھا کہ اُن گلابوں کی شاخوں پر وہ انگلیاں پھیرتی ہوئی کیا ڈھونڈ رہی تھی۔

''میں نے کانٹے ہٹا دیئے ہیں ان کے تاکہ آپ کی انگلیاں زخمی نہ ہوں۔'' مومنہ نے اُس کی آواز پر بے اختیار سر اُٹھا کر اُسے دیکھا تھا۔ قلبِ مومن کی آنکھوں میں اُسے پہلی بار ایک عجیب سی معصومیت اور نرمی نظر آئی تھی۔

''زندگی میں صرف دو عورتوں کے بالوں میں سفید گلاب اتنے خوبصورت لگے ہیں مجھے۔'' وہ

کہہ رہا تھا۔

''اس طرح سجتے دیکھا ہے میں نے۔'' وہ کسی عجیب سی کیفیت میں اُس سے کہہ رہا تھا۔ اُس سے بہت قریب کھڑے۔ وہ سر اُٹھا کر اُس سے نظریں نہیں ملا سکی۔ فیصل کے بعد زندگی میں کسی اور سے اس طرح نظریں چرانے کا اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

''میری گاڑی۔'' کچھ بے ربط انداز میں مومنہ نے اُس سے کہا تھا۔

اُس نے اُن دونوں عورتوں کے بارے میں اُس سے کوئی سوال کیوں نہیں کیا تھا جن کا ذکر مومن کر رہا تھا۔ اس خیال نے مومن کو عجیب اضطراب میں ڈالا۔ وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ ایک عورت وہ خود تھی۔۔۔ لیکن کیا وہ دوسری عورت کے بارے میں بھی جانتی تھی؟ اُس کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اور اُسے خدا حافظ کہتے ہوئے بھی قلبِ مومن صرف یہی سوچ رہا تھا۔

.....☆.....

اپنے کمرے میں ایک گلاس vase میں وہ دونوں سفید گلاب پانی میں رکھتے ہوئے مومنہ کو اُس کا وہ جملہ بار بار یاد آتا رہا تھا۔

''اس کے کانٹے ہٹا دیئے ہیں میں نے تا کہ آپ کی انگلیاں زخمی نہ ہوں۔''

اُس گھر میں جگہ جگہ پڑے ڈھیروں قیمتی پھولوں کے گلدستوں میں مومنہ سلطان کو صرف وہ دو سفید گلاب یاد رہے تھے۔ صرف ان کو پانی میں ڈال کر رکھنا یاد رہا تھا اور صرف اُنہیں اپنے کمرے میں سجانا یاد رہا تھا۔ اور ان سب چیزوں کی اُس کے پاس کوئی وجہ نہیں تھی۔ سوائے حسنِ جہاں کی داستان حیات کا ایک حصہ ہونے کے۔۔۔ اُسے ابھی مومن سے سکرپٹ کے بارے میں بات کرنی تھی۔ انٹرول کے بعد اُس دوسرے حصے میں جس میں اُس کا باپ ''ولن'' تھا اور حسنِ جہاں ''ویمپ۔''

UA BOOKS

.....☆.....

ماسٹر ابراہیم نے خطاطی پر لکھا عبدالعلی کا نام بڑے احترام کے ساتھ اپنی انگلیوں سے چھوا۔ اُن کی آنکھیں غم ناک تھیں۔ یوں جیسے وہ اُس لمس سے عبدالعلی کو کھوجنے کی کوشش کر رہے تھے۔

''عبدالعلی کے master pieces میں سے ایک ہے یہ۔۔۔ سات Paintings بنائی تھیں انہوں نے اس سیریز کی۔۔۔ قلبِ مومن کے لئے۔'' مومنہ دم سادھے اُنہیں دیکھنے لگی تھی۔

وہ ساتوں پینٹنگز آج اُن کے پاس لے کر آئی تھی اور انہوں نے پہلی خطاطی دیکھتے ہی اُسے پہچان لیا تھا۔

''آپ جانتے تھے یہ مومن کے لئے بنا رہے تھے وہ؟'' اُس نے اُن کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

''ہاں ہر بار بتاتے تھے وہ فون پر۔۔۔مومن کی سالگرہ سے پہلے جو بھی آیت اُس کے لئے خطاطی کرنا شروع کرتے اُس کے بارے میں۔'' انہوں نے اس طرح کہا تھا۔جیسے یہ راز کوئی راز ہی نہیں تھا۔

''تمہارے پاس کیسے آ گئیں یہ ساری پینٹنگز مومن نے بیچ دیں کیا؟'' انہوں نے اچانک کوئی خیال آنے پر اُس سے کہا تھا۔

''بیچنا چاہتا تھا وہ کسی کو۔۔۔میں نے فلم کے معاوضے کے طور پر اُس سے مانگ لیں اور اُس نے دے دیں۔'' مومنہ نے مختصراً کہا تھا۔وہ بے اختیار ہنسنا شروع ہوئے تھے اور ہنستے ہی چلے گئے تھے۔ مومنہ الجھی تھی۔

''آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟'' اُس نے پوچھا تھا۔

''میں قدرت کے کھیل پر ہنس رہا ہوں۔۔۔تم میرے پاس کیوں لائی ہو یہ ساری پینٹنگز؟'' انہوں نے اُس سے پوچھا تھا۔

''آپ قدر دان ہیں اس لئے۔۔۔اور آپ کے پاس عبدالعلی صاحب کی کوئی پینٹنگ نہیں ہے اس لئے بھی۔'' اُس نے اُن سے کہا تھا۔

''ہے میرے پاس اُن کی ایک پینٹنگ۔'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ماسٹر ابراہیم نے مدھم آواز میں سر جھکائے کہا تھا۔وہ اپنے بستر پر آج بھی ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور کل سے زیادہ نحیف لگ رہے تھے۔

''کہاں ہے؟ آپ نے کبھی دکھائی ہی نہیں۔'' مومنہ بے اختیار چونکی تھی۔

''قیمتی ہے۔۔۔یادگار ہے اس لئے سنبھال کر رکھی ہوئی ہے۔جب تمہاری شادی ہوگی تو تمہیں تحفے میں دوں گا۔'' وہ اس بار اُن کی بات پر ہنس پڑی تھی۔

''ماسٹر صاحب۔۔۔میری شادی کہاں سے یاد آ گئی آپ کو۔۔۔اسے چھوڑیں آپ بتائیں یہ ساری کس کس دیوار پر لگاؤں؟'' اُس نے بات کا موضوع بدل دیا تھا۔

''نہیں بیٹا۔۔۔ یہ مومن کی امانت ہے۔۔۔ اُس کے لئے بنائی تھیں عبدالعلی صاحب نے۔۔۔اُس کی زندگی کو محور دینے کے لئے۔۔۔یہ اُسے ہی لوٹا دو۔۔۔نہیں بھی لوٹاؤ گی تو آج یا کل یہ اپنے مالک کے پاس پہنچ ہی جائیں گیں۔'' انہوں نے بے حد نرمی سے کہا۔وہ اُن کا چہرہ دیکھتی رہی۔

''آپ قلبِ مومن کا ذکر اتنی محبت سے کیوں کرتے ہیں۔آپ کو اُس کے عیبوں کا پتہ نہیں ہے کیا؟ عبدالعلی صاحب نے بھی کچھ نہیں بتایا آپ کو؟'' مومنہ نے اس بار بے حد سنجیدگی سے اُن سے کہا۔

''اُس کے عیب میرے عیبوں سے چھوٹے۔۔۔اُس کے نقص میرے نقص سے کمتر۔۔۔'' انہوں نے بے اختیار کہا تھا۔

''پر ماسٹر صاحب آپ تو سیّد ہیں۔اللہ کے راستے پر چلنے والے سیّد۔'' مومنہ نے اعتراض کیا تھا۔

''اسی لئے تو منہ چھپاتا پھرتا ہوں۔۔۔اسی لئے تو سر جھکائے رکھتا ہوں۔۔۔کس کی آل ہوں اور کیا اعمال ہیں۔۔۔پھر بھی پردہ ہے جو ڈال دیا ہے رب نے۔۔۔پردہ ڈالے ہی رکھے رب سب پر۔۔۔کسی کا عیب نہ کھولے۔'' وہ ہنستے ہوئے آنسوؤں سے کہہ رہے تھے اور مومنہ دم سادھے اُن کے بہتے ہوئے آنسو دیکھ رہی تھی۔اُس نے ماسٹر ابراہیم کو کبھی اس طرح روتے نہیں دیکھا تھا۔اُسے اُن سے جو پوچھنا تھا اُنہیں روتا دیکھ کر سب بھول گئی تھی۔

.....☆.....

اُس دن وہاں سے واپسی پر مومنہ کے دل میں جیسے ماسٹر ابراہیم کے جملے کُھب گئے تھے اور اُن جملوں نے بہت سا بغض بہت سا زہر اُس کے دل کے اندر سے نچوڑ کر جیسے اُسے پاک کر دیا تھا۔

''آج دل صاف ہو گیا۔۔۔تمہارے لئے میرا قلبِ مومن۔۔۔سب نکل گیا جو بھی گڑا تھا۔'' گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی اپنے دونوں گالوں سے آنسوؤں کو رگڑتے مومنہ سلطان نے جیسے خود سے کہا تھا۔

.....☆.....

وہ صبح سویرے تیار ہو کر آفس جانے کے لئے نکلا تھا اور لاؤنج میں جاتے ہی کھڑا رہ گیا تھا۔ وہاں دیوار پر اھد نا الصراط المستقیم والی وہ خطاطی لگی ہوئی تھی۔خوشی کی ایک لہر جو بے اختیار اُس کے اندر سے اُٹھی تھی اُسے خوف کی ایک اور لہر نے ڈبو دیا تھا۔تو کیا اُن سفید گلابوں کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ وہ اُس کی فلم چھوڑ گئی تھی۔فلم چھوڑے بغیر ان تصویروں کے واپس آنے کی کوئی صورت باقی نہیں بچی تھی۔

''مومن بھائی یہ مومنہ میڈم کا ڈرائیور دے گیا ہے صبح صبح۔۔۔میں نے یہ یہاں لگا دی اور باقی ساری سٹور میں رکھوا دی ہیں۔'' شکور نے اُسے دیکھتے ہی خوشی سے چہک کر کہا تھا۔

''کچھ اور بھی بھیجا کیا؟'' مومن نے جواباً اُس سے پوچھا تھا۔

''کچھ اور کیا۔۔۔؟ ہائے اللہ۔۔۔آپ نے پھر لڑائی کر لی۔'' شکور نے روانی سے پوچھا اور پھر صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوتے ہی اُس نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لئے تھے۔

''میں نے شیلی پر ٹکٹ کے پیسے ضائع نہیں کرنے اس بار۔۔۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔۔۔ میں نے تو سارے دوستوں اور رشتہ داروں کو مومنہ سلطان کے ساتھ بنائی ہوئی سیلفی بھی بھیج دی ہے مومن بھائی۔'' دروازے تک جاتے جاتے قلبِ مومن کو شکور کی دُہائیاں سنائی دیتی رہی تھیں مگر خود اُس کے ہاتھوں کے طوطے اُڑے ہوئے تھے۔

.....☆.....

سٹوڈیو میں داخل ہوتے ہی بے اختیار اُس کی جان میں جان آئی تھی۔ مومنہ سلطان ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی سکرپٹ پر ایک پینسل سے کچھ نوٹس لکھ رہی تھی۔ قلبِ مومن کو لگا وہ ایک بار پھر زندہ ہوا ہے۔ یعنی وہ ناراضی کا کوئی معاملہ نہیں تھا۔

''آپ نے Paintings واپس کیوں کر دیں؟'' اُس کے سامنے ایک دوسری کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہی مومن نے اُس سے پوچھا تھا۔ اُس نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا اور وہ مسکرائی۔

''آپ ڈر گئے ہوں گے کہ شاید میں نے فلم چھوڑ دی ہے۔''

''نہیں خوف آپ کی ناراضگی کا تھا کہ پتہ نہیں اس بار کیا غلطی کر بیٹھا ہوں۔'' مومن بھی مسکرا دیا تھا۔

''نہیں کسی ناراضگی کے بغیر لوٹائی ہیں میں نے یہ تصویریں۔'' مومنہ نے مدھم آواز میں کہا تھا۔

''کیوں؟'' مومن نے کُریدا۔

''میرے اُستاد ہیں ایک۔ انہوں نے ہی لوٹانے کا کہا ہے اس لئے لوٹا دیں۔'' اُس نے جواباً کہا۔

''وہ اس فلم کا معاوضہ تھا۔'' مومن نے جیسے اُسے یاد دلایا تھا۔

''یہ فلم تو بغیر معاوضے کے بھی کر لیتی میں۔'' اُس کے جواب نے مومن کو حیران کیا تھا۔

''کیوں؟'' اس بار مومنہ نے اُس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے کہا۔

''آپ بڑے سوال کرتے ہیں۔'' وہ چند لمحوں کے لئے خاموش رہا پھر مسکرایا۔

''میری ماں بھی یہی کہا کرتی تھی۔'' وہ جیسے بے اختیار کہہ بیٹھا اور پھر کہہ کر پچھتایا۔ وہ دوسرا موقع تھا کہ وہ اُس کے سامنے کسی دوسری عورت کا ذکر کر رہا تھا اور مومنہ جانتی تھی وہ دوسری عورت کون تھی۔

''مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں وہ پینٹنگز آپ کو واپس بھیج دوں۔ وہ میرا کل اثاثہ ہیں۔۔۔جو آپ لے گئی تھیں۔۔۔باقی سب تو آ ہی جائے گا میرے پاس۔'' ایک لحظہ کے لئے مومنہ کو شائبہ ہوا مومن کی آنکھوں میں نمی لہرائی تھی مگر پھر جیسے وہ آنکھیں چھپاتا ہوا اُٹھ کر گیا تھا۔

مومنہ کو یقین نہیں آیا تھا وہ شخص روسکتا تھا۔۔۔شکر گزار ہوسکتا تھا۔۔۔احسان مند ہوسکتا تھا۔۔۔اعتبار کرسکتا تھا۔۔۔رحم کرسکتا تھا۔۔۔مومنہ سلطان بس یہ بھول گئی تھی وہ قلبِ مومن تھا۔مومن ہوجانے میں دیر ہی کتنی لگتی اُسے۔

.....☆.....

عبدالعلی کی وہ ساری Paintings اُس کے گھر کی مختلف دیواروں پر لگی ہوئی تھیں۔اُس کے بیڈروم میں گیسٹ روم میں ڈرائنگ۔۔۔لاؤنج۔۔۔ہر جگہ جیسے عبدالعلی کی ایک نشانی سجادی تھی اُس نے۔۔۔یوں جیسے وہ چاہتا تھا وہ آیات اُس کے آس پاس نظر آتی رہیں اُسے یاد دلاتی رہیں کہ وہ کون تھا کہاں سے گزر کر آیا تھا۔

اُن تصویروں کو اپنے اپارٹمنٹ کی دیواروں پر سجاتے ہوئے اُسے مومنہ کے ساتھ ساتھ اُس اُستاد کا بھی خیال آتا رہا تھا جس نے مومنہ کو کہا تھا کہ وہ اُسے یہ ساری paintings واپس کردے اور قلبِ مومن اُلجھا تھا اس بات پر۔۔۔آخر اُس آدمی کو کیا پڑی تھی کہ وہ اُسے اُس کی چیزیں واپس دلاتا۔وہ اگلا ایک ہفتہ پاکستان سے باہر تھی ورنہ اگلے دن قلبِ مومن اُس سے ضرور پوچھ لیتا اور جب تک وہ دوبارہ آئی تھی قلبِ مومن اُس اُستاد کو بھول چکا تھا۔

.....☆.....

وہ دبئی سے واپس پاکستان آئی تھی اور پہلے دن اُس کا استقبال اپنے آفس میں مومن نے دو سفید گلابوں کے ساتھ کیا تھا۔

''میں نے سوچا پرانے والے مرجھا گئے ہوں گے۔'' اُسے متامل دیکھ کر مومن نے کہا تھا۔

''اب یہ مت پوچھیئے گا مجھے کیسے پتہ چلا اُن کے مرجھانے کا۔'' وہ اُس کی بات پر ہنس پڑی تھی۔

''پھول چار دن میں مرجھا جاتے ہیں اور اُنہیں تو بہت دن ہوگئے۔'' مومنہ نے مسکراتے ہوئے اُس سے پھول لے لئے تھے۔

''آپ پانی میں رکھتی ہوں گی اس لئے مرجھا گئے۔۔۔اپنے بالوں میں لگاتیں تو کبھی نہ مرجھاتے۔'' اُس کے جملے پر اُس نے سیدھا مومن کی آنکھوں میں دیکھا اور کہا۔

''آپ مجھ سے فلرٹ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟''

''میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔'' اُس کا جواب بھی اتنی ہی تیزی سے آیا تھا۔ مومنہ کو سمجھ میں نہیں آیا وہ اُسے مزید کیا کہتی۔

''یہ کیا ہے؟'' مومن نے ایک لفافہ اُس کی طرف بڑھایا تھا۔

''فلم کی fees کا چیک۔۔۔ یہ اُدھار تھا مجھ پر۔۔۔ Paintings تو واپس کر دی ہیں آپ نے۔'' مومنہ نے لفافہ کھول کر اُس میں سے وہ چیک نکال کر دیکھا۔ وہ بلینک چیک تھا۔ کچھ حیران ہو کر اُس نے مومن کو دیکھا۔

''آپ اپنی مرضی کا معاوضہ بھر لیں اس میں آپ سے کوئی رعایت نہیں مانگوں گا مگر میرا بینک بیلنس آج کل لامحدود نہیں ہے۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے مومنہ سے کہا تھا۔

صوفے پر بیٹھتے ہوئے مومنہ نے ایک نظر اُسے دیکھا پھر اپنے بیگ میں سے اپنا پین نکالا اور سامنے پڑے میز پر اُس چیک کو رکھ کر اُس پر ایک رقم لکھ دی۔ پھر کھڑے ہو کر چیک مومن کی طرف بڑھاتے ہوئے اُس نے کہا۔

''یہ ہے میرا معاوضہ۔ الف کے لئے مگر یہ آپ مجھے تب دیں جب فلم ریلیز ہو کر hit ہو جائے۔ تب تک میں یہ سفید گلاب رکھتی ہوں۔'' وہ کہتے ہوئے چیک اُسے پکڑا کر سٹوڈیو جانے کے لئے اُس کے کمرے سے نکل گئی تھی۔ مومن نے چیک پر نظر دوڑائی۔ اُس کی لکھی ہوئی رقم 0000001 تھی۔

.....☆.....

سٹوڈیو اُس دن موسیقی سے گونج رہا تھا۔ جب مومنہ وہاں داخل ہوئی تھی۔ قلبِ مومن فلم کے میوزک ڈائریکٹر کے ساتھ بیٹھا ہوا وہ ساری دُھنیں سن رہا تھا جو وہ اُسے گٹار پر بجا بجا کر سنا رہا تھا اور مومن کچھ غیر مطمئن سا اُنہیں سنتے ہوئے سر ہلا رہا تھا۔ یوں جیسے جو وہ سن رہا تھا اُس سے وہ خوش نہیں تھا۔

''ٹائٹل سونگ پر کام کر رہے ہیں۔ آپ بھی سنیں ذرا۔'' اُس نے مومنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ بھی اُن سب کے پاس بیٹھ گئی۔

''مجھے ایسے بول چاہیے جس میں الف کی پوری تھیم آ جائے۔'' وہ اب lyricst سے کہہ رہا تھا جس نے اُسے کچھ lyrics سنائے تھے اور اُس نے reject کر دیئے تھے۔

''مجھے اللہ سے تعلق اُس سے بندے کی محبت کی لائنز چاہیے۔'' وہ Lyricst سے کہہ رہا تھا اور اُس نے جواباً مومن سے پوچھا تھا۔

''اللہ سے تعلق۔۔۔؟ کیا تعلق ہے اللہ اور بندے کا۔۔۔آپ مجھے بتا دیں پھر میں وہی گیت کے بولوں میں کر دیتا ہوں۔'' Lyricst جہاں اُلجھا تھا وہاں اُس نے سیدھا مومن سے پوچھ لیا تھا۔ وہ اُس کا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔

پھر وہ سوال تھا جو اُس فلم کا سکرپٹ لکھنے کی کوشش میں پہلی بار رائٹر نے بھی اُس سے کہا تھا اور تب وہ اُسے کچھ نہیں کہہ سکا تھا اور یہ وہ سوال تھا جو اُس نے عبدالعلی سے ایک رات کیا تھا جب وہ یہ فلم خود لکھنے بیٹھا تھا اور بُری طرح اُلجھا ہوا تھا۔

''اپنی فلم کے لئے ایک ایسی کہانی لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں جو انسان اور اللہ کا تعلق بتائے۔۔۔ پر ابھی تک کہانی کا نام تک نہیں لکھ سکا میں۔۔۔بس بار بار اپنا نام لکھتا رہتا ہوں پہلے Page پر۔۔۔

''A story by QALB E MOMIN۔

اُس نے عبدالعلی کے سامنے اپنی بے چارگی کا اظہار کیا تھا۔ اُنہیں وہ کاغذ دکھاتے ہوئے جو بالکل خالی تھے اور پہلے صفحے پر اُس کے نام کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ رات کو اُس وقت اُس کے کمرے میں کسی کام سے آئے تھے اور مومن کو انہوں نے اُس کی سٹڈی ٹیبل پر جیسے کچھ زچ حالت میں دیکھا تھا۔

''انسان اور اللہ کا تعلق کیا ہے مومن؟'' انہوں نے جواباً اُس سے پوچھا تھا۔

وہ ہنس پڑا تھا۔

''آپ مجھ سے وہی سوال کر رہے ہیں دادا جو میرے رائٹرز نے مجھ سے کیا تھا۔''

''تم نے کیا جواب دیا؟''

''کوئی جواب تھا ہی نہیں میرے پاس۔'' اُس نے کندھے اُچکاتے ہوئے دادا کے سامنے صاف گوئی سے کہا۔

''کیا تعلق ہے انسان اور اللہ کا۔۔۔آپ تو جانتے ہوں گے؟'' اس نے عبدالعلی کو جیسے کُریدتے ہوئے اُن سے پوچھا تھا۔

''اللہ کے نام میں ہے انسان اور اللہ کا تعلق۔۔۔الف۔۔۔ایک سیدھی لکیر جیسا تعلق۔۔۔ جس کے ایک سرے پر اللہ ہے اور دوسرے سرے پر بندہ۔۔۔الف سیدھا ہے تو اللہ بے حد قریب۔۔۔ الف ٹیڑھا کر دے انسان تو نہ بندے کو اللہ کا پتہ لگے گا نہ اللہ بندے کی خبر رکھے گا۔'' انہوں نے مدھم آواز میں اُس سے کہا تھا۔

''اور میرا الف ہمیشہ سے ٹیڑھا ہے۔'' اُس نے بے ساختہ کہا تھا۔

''تو سیدھا کرلو۔۔۔تمہارے ہاتھ میں ہے ساری لکیروں کی طرح یہ لکیر بھی۔'' انہوں نے نرمی سے کہتے ہوئے اُس کے سکرپٹ کے پہلے صفحے پر اُس کے نام سے اوپر ALIF لکھ دیا تھا۔

''اللہ کے نام میں ہے انسان اور اللہ کا تعلق۔۔۔الف۔۔۔جس کے ایک سرے پر اللہ ہے اور دوسرے سرے پر بندہ۔۔۔الف سیدھا ہے تو اللہ بے حد قریب۔۔۔الف ٹیڑھا کر دے بندہ تو نہ بندے کو اللہ کا پتہ ہوگا نہ اللہ بندے کی خبر رکھے گا۔''

وہ عجیب انداز میں دادا کے جملے وہاں بیٹھے دہراتا چلا گیا تھا۔کسی معمول کے انداز میں جو سحر زدہ تھا۔ وہاں سٹوڈیو میں کچھ دیر کے لئے سب پر خاموشی چھا گئی تھی یوں جیسے کسی کو مومن سے ایسی وضاحت دے پانے کی توقع ہی نہ ہو۔مومنہ دم بخود اُس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔قلبِ مومن ایسی گفتگو کر سکتا تھا۔یہ اُس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا مگر وہ جملے جیسے تتلیوں کی طرح اُس کی سماعتوں پر رقصاں تھے اور وہ اُسے دیکھتی جا رہی تھی۔وہ اب میوزیشن اور شاعر کے ساتھ ایک بار پھر گفتگو میں مصروف تھا۔اُس نے مومنہ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

.....☆.....

اُس کے کمرے میں اُس vase میں دوسرے رکھے ہوئے سفید گلابوں کے ساتھ ہی دو تازہ سفید گلاب بھی پانی میں رکھے ہوئے تھے۔اُس نے مومن کے دیئے ہوئے اُن پہلے گلابوں کو بھی نہیں پھینکا تھا۔

اُس رات سٹوڈیو سے واپس آ کر وہ اُن سفید گلابوں کے سامنے دوبارہ آ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

''کچھ غلط ہو رہا ہے یہ جو بھی ہو رہا ہے اور یہ نہیں ہونا چاہیے۔'' اُس نے اپنے آپ سے بڑبڑاتے ہوئے کہا تھا۔وہ خود کو سرزنش کر رہی تھی۔

لیکن مومن کے لفظ نہ اُس کے دل کو چھوڑنے پر تیار تھے نہ ذہن کو نہ اُس کی سماعتوں کو۔۔۔وہ حسنِ جہاں کا کردار ادا کرتے کرتے قلبِ مومن کے سامنے ویسے ہی بے اختیار ہو رہی تھی جیسے حسنِ جہاں تھی۔اور وہ بے اختیار ہونا نہیں چاہتی تھی۔

پیار صرف اندھا نہیں ہوتا۔۔۔بہرا بھی ہوتا ہے۔عقل کی کسی دلیل کو نہ مانتا ہے نہ سنتا ہے۔

.....☆.....

''یہ کہانی ایک لیٹر باکس سے شروع ہوتی ہے جو ایک بچہ بناتا ہے تاکہ وہ اُس کے ذریعہ سے اللہ سے وہ سب کچھ مانگ سکے جو اُس کی خواہش ہے۔''

قلبِ مومن سکرپٹ ہاتھ میں پکڑے سٹول پر بیٹھا پوری کاسٹ کے ساتھ ریڈنگ سیشن کرتے ہوئے الف کی کہانی سکرپٹ کو دیکھے بغیر اُنہیں سنا رہا تھا۔ اور وہ سب اُس کہانی کو سنتے ہوئے جیسے جھوم رہے تھے۔ اور اُنہیں سب میں مومنہ سلطان بھی تھی جو باقی سب کے برعکس قلبِ مومن کی سنائی ہوئی کہانی کے دوران کسی تاثر کے بغیر بیٹھی تھی۔ پینسل سے وہ سکرپٹ کے اوپر لاشعوری طور پر کچھ نہ کچھ بنا رہی تھی اور وہ اُس کی اُلجھن ظاہر کر رہا تھا۔

مومن نے انٹرویل سے پہلے کا ایک ایک سین جیسے زبانی سنایا تھا۔ ڈائیلاگز اُسے رٹے ہوئے تھے۔ کرداروں کے بارے میں ایک ایک بات اُسے ازبر تھی۔ مومنہ یہ نہ جانتی ہوتی کہ یہ اس کی ''آپ بیتی'' تھی کہانی نہیں تو وہ اُس سے متاثر ہو جاتی جیسے وہ سب ہو رہے تھے جو اُس کے جملوں اور سچوشنز کو سُن سُن کر سر دُھن رہے تھے۔

''کمال انٹرویل ہے مومن بھائی۔۔۔ audience کو ہلنے نہیں دے گا سینما سے۔۔۔ تو انٹرویل پر کہانی کے ولن سلطان کی اینٹری ہوتی ہے۔ اور وہ اس گھر کا سکون تباہ و برباد کرنے والا ہے۔ ایسا ہی ہے نا؟'' عباس نے تالیاں بجاتے ہوئے جیسے مومن کو انٹرویل سے پہلے تک کے سکرپٹ پر داد دی تھی اور پھر پوچھا تھا اور مومنہ اپنے باپ کے نام پر جیسے کٹ کر رہ گئی تھی۔

''ہاں۔۔۔ اور اب ذرا سلطان کے کریکٹر کو بھی ڈسکس کر لیتے ہیں۔'' مومن نے عباس کو جواب دیتے ہوئے زیادہ سے کہا تھا جو سلطان کا رول کر رہا تھا۔

''عالیہ کا میک اپ آرٹسٹ رہا ہے وہ اور صرف میک اپ آرٹسٹ نہیں اُس کا بوائے فرینڈ بھی جو اُس کی شادی عالیان سے کبھی نہیں ہونے دینا چاہتا۔ ایک بے حد شاطر انسان جس نے عالیہ کو ہمیشہ exploit کیا۔ اُس کو اُس کی فیملی کی طرح کمائی کا ذریعہ سمجھا اور اُس سے بہانوں بہانوں سے پیسہ لوٹتا رہا اور عالیہ ہمیشہ یہ سمجھتی رہتی ہے کہ سلطان اُس سے سچی محبت کرتا تھا۔''

قلبِ مومن سلطان کا کردار وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا تھا اور مومنہ کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔

''عالیہ اتنے سالوں کی غربت کی زندگی میں رہنے کے بعد دوبارہ گلیمر کی دنیا میں واپس جانا چاہتی ہے اور اس کے لئے وہ اپنے شوہر کو دھوکہ دیتے ہوئے ایک بار پھر سلطان کا سہارا لیتی ہے۔'' مومن اپنی بات جاری نہیں رکھ سکا تھا۔ مومنہ نے مداخلت کی تھی۔

''میرا ایک سوال ہے۔'' قلبِ مومن نے چونک کر اُسے دیکھا تھا۔

''جی مومنہ۔۔۔کہیے۔''مومن نے اُس سے کہا تھا۔

''مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہا کہ جو عورت اپنے بچے کا زخم نہ دیکھ سکے اور اُس کے ہاتھ سے لگنے والی چوٹ کو بھی ہنس کر سہہ جائے وہ اتنی کمزور کیسے پڑ گئی کہ اُسے سلطان کی ضرورت محسوس ہونے لگی؟'' مومنہ نے سکرپٹ میں ایک شروع کے سین کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔

''Point تو valid ہے باس۔۔۔عالیہ کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔وہ عالیان اور عبداللہ کے بارے میں پاگل ہے اور پھر بھی دھوکہ دے گی اُن دونوں کو۔'' عباس نے یک دم مومنہ کے اعتراض پر اُس کی تائید کرتے ہوئے کہا تھا۔

''عورتیں جذباتی اور کمزور ہوتی ہیں۔خاص طور پر شوبز کی عورتیں۔۔۔بھٹک جاتی ہیں۔گھر بنانا صرف خاندانی عورتوں کا کام ہوتا ہے۔۔۔بُرا مت منائیے گا مومنہ جی۔'' سلطان کا رول ادا کرنے والے اداکار زیاد نے کہنا شروع کیا تھا اور بات کرتے کرتے اُسے اچانک مومنہ کا خیال آیا تھا اور اُس نے کچھ گڑبڑا کر آخری جملے میں اُس سے معذرت کی تھی۔

''نہیں نہیں۔۔۔معذرت کی کیا ضرورت ہے یہ جملے اتنی بار سُنے ہیں اپنے بارے میں کہ اب ان کا زہر بھی امرت کی طرح لگتا ہے۔۔۔آپ کیوں شرمندہ ہو رہے ہیں۔'' مومنہ نے عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ زیاد سے کہا تھا اور پھر مومن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''عورت ہوتی تو بھٹک جاتی ماں نہیں بھٹکتی۔۔۔وہ صرف exploit ہوتی ہے تو بچے کے لئے۔۔۔ہوسکتا ہے عالیہ بھی ہوئی ہو۔اپنے بچے کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے۔۔۔ہوسکتا ہے وہ اپنی کوئی چیز بیچنا چاہتی ہو اس لئے بلایا ہو اُس نے سلطان کو۔'' مومن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اُس نے کہا تھا۔

قلبِ مومن کو اُس کی آنکھوں کے تاثر نے پریشان کیا تھا۔وہ کہانی اُس نے لکھی تھی وہ اُس کے کرداروں کا motive کیسے جان سکتی تھی۔۔۔؟ وہ رائے دے رہی تھی مشورہ یا اُس سے پوچھ رہی تھی۔۔۔مومن کو سمجھ نہیں آیا تھا۔

''کیا بیچتی وہ۔۔۔؟ اُس کے پاس نقلی زیور کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔'' اُسی طرح اُسے دیکھتے ہوئے مومن نے اُسے جواب دیا تھا۔

''ہوسکتا ہے وہ تصویریں بیچی ہوں جو عالیان نے اُس کی محبت میں بنا کر اُس گھر کی دیواروں پر سجائی تھیں۔''

وہاں کچھ دیر کے لئے خاموشی چھائی تھی۔قلبِ مومن کا دماغ جیسے بھک سے اُڑا تھا۔وہ کن تصویروں کی بات کر رہی تھی؟ اُس کے ذہن کے کینوس پر جیسے کوئی یاد لہرائی تھی۔سلطان کے آنے سے پہلے اپنی اور حسنِ جہاں کی گفتگو۔۔۔

''آپ تصویریں کیوں اُتار رہی ہیں؟''قلبِ مومن نے حسنِ جہاں کو سلطان کے آنے سے پہلے دیواروں سے تصویریں اُتارتے دیکھ کر حیران ہو کر ماں سے پوچھا تھا۔

''دیواریں بُری لگ رہی ہیں اس لئے اور یہ تصویریں پرانی بھی ہوگئی ہیں اس لئے۔''

اس کے بار بار سوالوں پر حسنِ جہاں بار بار کوئی اور وجہ بتا رہی تھی اُن تصویروں کے اُتارنے کی ۔اُن تصویروں کو سلطان کے جانے کے بعد مومن نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔رقص کرتی ہوئی حسنِ جہاں کی طٰہٰ کے ہاتھ سے بنی ہوئی تصویریں۔

قلبِ مومن نے مومنہ کو دیکھا تھا۔وہ اُسے دیکھے بغیر کہہ رہی تھی۔

''عالیان جیسے خطاط کے ہاتھ سے بنی ہوئی عالیہ کے حسن کو خراج تحسین پیش کرتی ہوئی وہ تصویریں۔۔۔کیا اثاثہ سمجھتی ہوگی عالیہ اُن تصویروں کو لیکن اپنے بیٹے کے لئے وہ اُنہیں بھی بیچنے کو تیار ہوگئی۔اپنے بیٹے کی ضروریات پوری کرنے کے لئے وہ اپنی اور عالیان کی محبت کی نشانی بیچ دیتی ہے تو کیا عالیان غضب ناک نہیں ہوگا۔۔۔ہونا چاہیے اُسے غصے سے پاگل۔۔۔''

قلبِ مومن کے سر میں یک دم درد اُٹھا تھا۔۔۔شدید درد flashes کی شکل میں اُس کی آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر اُن تصویروں کو دیواروں سے اُتارتی ہوئی حسنِ جہاں آئی تھی۔

''اللہ ہمیں چیزیں کیوں نہیں دیتے۔۔۔جیسے سب کو دیتے ہیں؟'' اُس کے کانوں میں اپنی آواز لہرائی تھی۔

''ہمیں بھی دیں گے۔۔۔''حسنِ جہاں کی پچکارتی آواز۔

''کب دیں گے؟'' اُس کا اصرار۔

''بہت جلد۔''

قلبِ مومن یک دم اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''میں ایک سگریٹ پی کر آتا ہوں۔''

وہ کسی سے نظریں ملائے بغیر بغیر رُکے وہاں سے کہہ کر باہر نکل آیا تھا۔سگریٹ نے اُس کے درد میں کمی نہیں کی تھی۔وہ کسی کو بتائے بغیر وہاں سے گھر آ گیا تھا۔اُس نے اپنا فون بند کر دیا تھا۔سر کا وہ

درد جیسے کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔اور ماضی کسی فلم کی ریل کی طرح آوازوں اور شکلوں میں اُس کے اردگرد گھومنے لگا تھا۔۔۔طٰہٰ کا چہرہ، حسنِ جہاں کا چہرہ، اُس کا اپنا چہرہ۔۔۔اور وہ لیٹر باکس۔

.....☆.....

کاٹیج کے باہر برآمدے میں سات آٹھ سالہ قلبِ مومن لکڑی کے بہت سارے ٹکڑے، کیل اور ہتھوڑی لئے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔وہ لکڑی کے اُن ٹکڑوں کو ایک لیٹر باکس کی شکل میں جوڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔دو ٹکڑوں کو ایک دوسرے پر رکھ کر اُس نے کیل اُن دونوں ٹکڑوں میں ٹھونکنے کے لئے رکھی اور پھر ہتھوڑی کی پہلی ضرب لگائی اور پہلی ضرب کے ساتھ ہی اُس کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی تھی۔اور چیخ سنتے ہی اندر سے حسنِ جہاں بھاگتی ہوئی آئی تھی۔مومن اپنا بایاں ہاتھ دائیں سے پکڑے ہوئے وہیں بیٹھا رو رہا تھا۔وہ لپکتی ہوئی آئی اور حواس باختہ اُس کے پاس فرش پر بیٹھ گئی تھی۔

''کیا ہوا۔۔۔؟ کیوں رو رہے ہو مومن؟''

''ممی۔۔۔ممی۔۔۔''

مومن نے ہچکیوں سے روتے ہوئے کچھ کہنے کی بجائے اپنا ہاتھ اُس کے آگے کر دیا تھا۔اُس کی ایک انگلی خون آلود تھی۔حسنِ جہاں نے بے اختیار اُس کی اُنگلی پکڑی تھی اور اپنی قمیض کا دامن جیسے اُس کی انگلی کے گرد لپیٹ کر خون روکنے کی کوشش کی۔

''کیا ہوا ہے اُنگلی کو۔۔۔کیا کر رہے تھے تم؟'' وہ روہانسی اُس سے پوچھ رہی تھی۔

''لیٹر باکس بنا رہا تھا۔'' اُس نے ہچکیوں میں کہا تھا۔

''کیا کرنا تھا تم نے لیٹر باکس کا؟'' ایک ہاتھ سے اُس کی انگلی ہاتھ میں پکڑے وہ دوسرے ہاتھ سے اُس کے بہتے ہوئے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے بولی تھی۔

''خط بھیجنا تھا۔'' اُس نے ماں کو بتایا۔

''تو وہ سڑک پر بنے ہوئے لیٹر باکس میں ڈالتے۔'' اُس نے کچھ حیران ہو کر مومن کو دیکھا تھا۔

''وہاں سے نہیں جاتا۔'' ماں کے ہاتھ میں اُس کی انگلی کا درد جیسے تھمنے لگا تھا۔

''کیوں۔۔۔؟ وہاں سے کیوں نہیں جائے گا؟'' اُس کی ماں نے حیران ہو کر اُس کا چہرہ دیکھا تھا۔

''آپ ہی تو کہتی ہیں کہ اللہ میاں وہاں ہوتے ہیں جہاں کوئی نہیں ہوتا۔'' ہچکیوں اور سسکیوں میں اُس نے جو کہا تھا اُس نے حسنِ جہاں کو خاموش کر دیا تھا۔

''تم اللہ کو خط لکھنا چاہتے ہو؟'' عجیب حیرت کے عالم میں اُس نے بیٹے سے پوچھا تھا اور اُس نے تھمتی سسکیوں کے درمیان سر ہلایا۔

''کیوں؟'' اُس نے مومن سے پوچھا تھا۔

''کیونکہ مجھے اللہ سے بہت ساری چیزیں لینی ہیں۔۔۔ چاکلیٹس۔۔۔کینڈیز۔۔۔ نئے کپڑے۔۔۔جوتے۔۔۔کھلونے۔۔۔سائیکل۔'' وہ اُسے چیزیں گنواتے گنواتے رونا بھول گیا تھا اور حسنِ جہاں اُس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ مومن بچہ نہ ہوتا تو ماں کے چہرے کی بے بسی پڑھ لیتا۔

اُسے اندر لے جا کر اُس کا ہاتھ دُھلوا کر اور اُنگلی پر بینڈ ایج کر کے وہ اُسے واپس برآمدے میں لے آئی تھی۔ میں بنا دیتی ہوں تمہیں لیٹر باکس۔'' اُس نے فرش پر لکڑی کے اُن ٹکڑوں کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اور مومن جب تم اللہ کو خط لکھا کرو تو میرے لئے بھی خط لکھا کرنا۔'' اُس نے لکڑیوں کو ترتیب دیتے ہوئے عجیب سے انداز میں مومن سے کہا تھا۔ جو اُس کے پاس ہی آلتی پالتی مارے بیٹھ گیا تھا۔

''آپ کے لئے کیا لکھا کروں خط میں؟'' اُس نے کچھ حیران ہو کر ماں سے کہا۔

''دعائیں۔'' حسنِ جہاں نے اُس سے کہا تھا۔

''چیزیں نہیں چاہیے آپ کو؟'' مومن نے جیسے حیران ہو کر ماں سے پوچھا تھا۔

''جیسے زیور۔۔۔کپڑے۔۔۔لپ اسٹک۔۔۔'' اُس کے ذہن میں جو چیزیں آئیں اُس نے جیسے ماں کو بتاتے ہوئے کہا تھا۔

وہ بے اختیار ہنسی اور اُس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''چیزیں تمہیں دے دے اللہ اور تمہارے لئے دعائیں وہ میری قبول کر لے۔'' مومن نے ماں کی بات پر غور نہیں کیا تھا اُس کی توجہ اُس لیٹر باکس پر تھی جو حسنِ جہاں اب جوڑنا شروع کرنے کے لئے ہتھوڑی اور کیل اُٹھا رہی تھی۔

''ممی میں چلاؤں گا ہتھوڑی۔'' اُس نے بے اختیار حسنِ جہاں سے کہا تھا۔ وہ ایک لمحہ کے لئے رُکی پھر اُس نے ہتھوڑی مومن کے ہاتھ میں تھما دی تھی۔

''یہ لو میں کیل رکھتی ہوں تم ٹھونکو۔'' اُس نے دو ٹکڑوں پر ایک کیل رکھتے ہوئے مومن سے کہا۔ مومن نے بے حد جوش کے عالم میں ہتھوڑی اُس کے ہاتھ سے لی۔ اور پھر وہ اُسے اُٹھا کر اُس کیل پر مارتے مارتے رُک گیا جو حسنِ جہاں پکڑے ہوئی تھی۔

''کیا ہوا؟''حسنِ جہاں نے اُسے رُکتے دیکھ کر پوچھا۔

''آپ کو چوٹ لگ گئی تو۔۔۔؟''مومن نے بڑے فکرمند انداز میں پوچھا۔

''نہیں لگتی۔۔۔تم اتنے زور سے تھوڑی مارو گے۔''حسنِ جہاں نے مسکراتے ہوئے اُس سے کہا۔

''ممی میں پکڑتا ہوں کیل۔'' مومن جھجھک رہا تھا۔اُس نے حسنِ جہاں کے ہاتھ سے کیل پکڑنے کی کوشش کی تھی۔

''نہیں بیٹا تم مت پکڑو کیل۔۔۔چوٹ لگی ہے تمہیں پہلے بھی۔میں نے پکڑی ہوئی ہے نا تم بس ہتھوڑی چلاؤ۔''حسنِ جہاں نے اُسے کیل پکڑنے نہیں دی تھی۔مومن نے جھجکتے جھجکتے ہتھوڑی اُٹھائی۔اور پوری قوت سے کیل پر دے ماری۔

.....☆.....

قلبِ مومن کے کمرے میں اندھیرا ہو گیا تھا۔کتنا وقت گزرا تھا اُسے اندازہ نہیں تھا۔مگر وہ ٹھیک نہیں تھا۔وہاں آ کر وہاں اکیلے بیٹھ کر بھی وہ اُسی کیفیت میں تھا۔

مومنہ سلطان کون تھی۔۔۔؟ اُس کا حسنِ جہاں سے کیا تعلق تھا۔۔۔؟ وہ کیسے سب کچھ جانتی تھی۔۔۔؟ اور کیا کیا جانتی تھی وہ۔۔۔؟

اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے قلبِ مومن کو اب اس کے علاوہ کسی اور چیز میں دلچسپی نہیں رہی تھی۔

.....☆.....

''بس تو بھی صبح سویرے چل پڑتا ہے۔مجال ہے تجھے پروا ہو۔۔۔ہاں ہاں پتہ ہے تجھے کام ہے۔۔۔سٹار ہے تو۔۔۔کوئی عام لڑکا تھوڑی ہے تو۔۔۔پر ناشتہ نہیں کرے گا بیٹا۔۔۔تو صحت خراب ہو جائے گی تیری۔۔۔اور اوپر سے الماری میں کپڑوں کپڑوں کا حال دیکھ کیا کر رکھا ہے تو نے۔۔۔؟ ایسے رکھتے ہیں سٹار اپنے کپڑوں کو۔۔۔اور تو تو صرف سٹار بھی نہیں ہے۔۔۔تو تو ہیرو ہے۔۔۔سارا پاکستان مرتا ہے تجھ پر۔۔۔گھر بھر دیا ہے تیرے فینز نے پھولوں سے ہمارا۔۔۔اور جو یہ تیرا آسکر ایوارڈ ہے نا اسے تو سنبھال سنبھال کر تھک گئی ہوں میں۔۔۔چھپاتی بھی پھرتی ہوں کہ نظر نہ لگے۔۔۔بُری نظر سے بُری چیز کوئی نہیں۔۔۔''

ثریا مومنہ کے کمرے میں کپڑوں کی الماری کھولے اُس میں سے کپڑے نکال نکال کر تہہ کر رہی تھی اور ساتھ اُسی طرح باتیں کرتی جا رہی تھی اور مومنہ دروازے میں کھڑے اُسے دیکھ رہی تھی۔

وہ ساری کامیابیاں ساری فتوحات ثریا نے جہانگیر کے حوالے سے خوابوں میں دیکھی تھیں وہ آج بھی جہانگیر ہی کی تھیں۔مومنہ سلطان ایک بے معنی چیز تھی ماں اور بیٹے کی اُس محبت کے رشتہ میں۔

وہ اُس کے کپڑے نہیں تھے جنہیں وہ تہہ کر رہی تھی وہ جہانگیر کے کپڑے تھے۔اُس کے لئے۔۔۔اُس گھر میں موجود ہر شے اُس کے لئے جہانگیر کی ملکیت تھی۔

''اماں۔۔۔''مومنہ نے اُسے پکارا تھا۔

وہ اُسی طرح اُسے دیکھنے کے باوجود اپنے کام میں مصروف رہی تھی۔

''کس سے باتیں کر رہی ہیں آپ؟''مومنہ اُن کے پاس آ گئی تھی اور ثریا نے بے حد خفگی سے اُس سے کہا۔

''ایک تو تو روز روز ایک ہی بات پوچھ پوچھ کر تنگ نہیں آتی مومنہ۔۔۔یہ نظر نہیں آ رہا تجھے جہانگیر۔۔۔اور کس سے باتیں کروں گی۔''ثریا نے کپڑے تہہ کرتے کرتے جیسے رُک کر اُسے دیکھتے ہوئے جھلا کر کہا تھا۔اور پھر دوبارہ کپڑے تہہ کرتے ہوئے وہ جیسے وہاں موجود شخص سے بات کرنے لگی تھی۔

''بہن کو دیکھ اپنی۔۔۔اسے تو نظر ہی نہیں آتا۔''وہ اب جہانگیر سے بات کرتے ہوئے مومنہ پر ہنس رہی تھی۔

''آئیں چھوڑیں سب کام۔۔۔سو جائیں۔''مومنہ سے برداشت نہیں ہوا تھا۔اُس نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُنہیں کام سے روکا تھا۔ثریا نے اُس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''لو بھلا جہانگیر کا کام چھوڑ کر تیرے ساتھ چل پڑوں۔''

''اماں بہت رات ہو گئی ہے۔''

''کوئی بات نہیں تو سو جا۔۔۔تھکی ہوئی آئی ہے۔۔۔مجھے تو جہانگیر کے ساتھ بات کرتے ہوئے نیند کہاں آتی ہے۔۔۔جا تو سو جا۔۔۔جا کر۔۔۔''ثریا نے اپنے پچکارتے ہوئے یک دم کپڑے چھوڑے تھے اور اُسے کمرے سے باہر دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔

وہ جیسے اُسے جہانگیر کے کمرے سے نکالنا چاہتی تھی۔اپنے اور جہانگیر کے بیچ میں آنے سے روکنا چاہتی تھی۔

مومنہ مزاحمت کرنا چاہتی تھی مگر اُسے سمجھ میں آئی تھی کہ وہ ماں سے کیسے مزاحمت کرتی۔ثریا نے اُسے دھکیلتے ہوئے کمرے سے نکال دیا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

مومنہ کو دروازہ بند کرتے ہی ثریا کے ہنسنے کی آواز آئی تھی۔

''نکال دیا میں نے اُسے۔۔۔مجال ہے کبھی دو گھڑی مجھے چین سے تیرے پاس بیٹھنے دے۔تو بھی تو ایسا ہی کرتا تھا۔لڑتے رہتے تھے دونوں کہ میرے پاس کون بیٹھے گا۔۔۔پر اب صرف تجھے ہی بٹھاؤں اپنے پاس۔۔۔اس مومنہ کو کوئی خیال اور احساس نہیں ہے میرا۔۔۔آوارہ پھرتی رہتی ہے۔۔۔ کبھی اس ملک کبھی اُس ملک۔۔۔یہ نہیں کہ ماں کے پاس گھر میں بیٹھ کر ہانڈی روٹی کرے۔۔۔اگلے گھر بھیجوں گی تو کتنی باتیں سنوں گی اس کے سسرال والوں کی۔۔۔بس تو کوئی رشتہ بتا دے فوراً مجھے اس کے لئے۔''

مومنہ نے دونوں ہاتھ دروازے پر رکھ کر ماتھا دروازہ سے لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

کاش زندگی ویسی ہی ہوتی جیسی اُس کی ماں اندر بُننے کی کوشش کر رہی تھی۔آسکر نہ ہوتا،شہرت اور نام نہ ہوتا وہ ہیروئن نہ ہوتی صرف ''ہیرو'' کی بہن ہوتی اور ہیرو ''جہانگیر'' ہی ہوتا۔وہی رہتا۔۔۔

دروازے سے ماتھا ٹکائے وہ روئی چلی گئی تھی۔کندھے پر رکھے بیگ میں پڑے فون پر آنے والی کال سے بے خبر۔۔۔جو مومن اُسے بار بار کر رہا تھا اور کرتا ہی جا رہا تھا۔

.....☆.....

''I am so sorry to hear this.۔۔۔مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تم نے؟''

داؤد نے بے حد اپ سیٹ ہو کر اُس سے کہا تھا۔اُسے مومنہ نے کچھ دیر پہلے اُس کے آفس میں آتے ہی ثریا کی بیماری کے بارے میں بتایا تھا۔

''میں نے سوچا کب تک مسئلے ہی لے کر آتی رہوں گی تمہارے اور اقصیٰ کے پاس۔'' مومنہ نے اُداس مسکراہٹ کے ساتھ اُس سے کہا تھا۔

''ایسے بات مت کرو کہ لگے کہ تم واقعی سٹار بن گئی ہو۔'' داؤد نے اُسے جھڑکتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں سٹار بن گئی ہوں۔۔۔اور سٹار ٹوٹنے کے لئے ہوتے ہیں۔'' مومنہ نے سر جھٹک کر کہا تھا۔

''بکواس مت کرو۔۔۔میں آؤں گا آنٹی کو دیکھنے۔۔۔اُس دن جب میں ملا تھا تو کچھ عجیب لگی تھیں مجھے اُن کی باتیں لیکن میں نے سوچا یہ بڑھاپا ہے۔'' داؤد نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

''تم مجھے بس اُس پرانے محلے میں کوئی مناسب سا گھر کرائے پر لے دو۔'' اُس نے داؤد سے کہا تھا۔

''اُس محلے میں کوئی ایسا گھر نہیں ملے گا جو تمہارے stature کے مطابق ہو۔۔۔تم دو سال پہلے کی مومنہ سلطان نہیں ہو اب۔کہ کہیں بھی رہ لو گی۔'' داؤد نے جیسے اُسے سمجھایا تھا۔

''میں وہی مومنہ سلطان ہوں داؤد۔۔۔اور میں کہیں بھی رہ لوں گی۔۔۔ ہر اُس جگہ جہاں میرے ماں باپ رتّی برابر بھی خوش رہ سکیں۔ جہانگیر کو بھول سکیں۔۔۔ یہ مرض میری کامیابی لائی ہے میری ماں کی زندگی میں۔۔۔میرے پاس وقت ہی نہیں ہے اُن کے ساتھ گزارنے کے لئے۔۔۔جب وقت تھا تو رزق نہیں تھا اب رزق ہے تو وقت نہیں ہے۔۔۔اللہ مجھے دونوں چیزیں کیوں نہیں دے دیتا۔'' وہ بات کرتے کرتے یک دم رونے لگی تھی۔داؤد نے اُسے بے اختیار اپنے کندھے سے لگایا تھا۔

''مومنہ۔۔۔مومنہ۔۔۔علاج ہو جائے گا اس کا۔۔۔تم افورڈ کر سکتی ہو۔۔۔ یہ فیملی ہسٹری میں ہے آنٹی کے۔۔۔تمہاری وجہ سے نہیں آئی یہ بیماری اُن کی زندگی میں۔'' وہ اُسے کندھے سے لگائے تھپک رہا تھا اور بالکل اُسی وقت مومن دروازہ کھول کر اندر آتے آتے رُک گیا تھا۔

دروازے کی جھرّی سے جو منظر اُس نے دیکھا تھا اُس منظر کا پس منظر کیا تھا یہ اُسے جاننے کی ضرورت نہیں تھی۔مومنہ سلطان کے خلاف اُس کے دل میں یک دم جیسے ایک غبار سا اُٹھا تھا۔جس تیزی سے اُس نے دروازہ کھولا تھا اُسی تیزی سے وہ دروازہ بند کر کے اپنے آفس میں آ گیا تھا۔داؤد اور مومنہ دیکھ بھی نہیں پائے تھے کہ دروازہ کو کھول کر بند کرنے والا کون تھا۔

اپنے آفس میں آ کر وہ بھوکے شیر کی طرح آفس میں ٹہلنے لگا تھا۔اُسے داؤد پر زیادہ غصہ آ رہا تھا یا مومنہ پر اُسے اس وقت سمجھ نہیں آ رہی تھی۔اور کیوں آ رہا تھا۔ وہ اگر داؤد کے کندھے سے سر ٹکائے ہوئے بھی تھی تو اُسے کیوں تکلیف ہو رہی تھی۔وہ کیوں برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔وہ اُس کی تھی کیا۔۔۔؟ بھاڑ میں جاتی وہ۔۔۔اور بھاڑ میں جاتی ساری دنیا اور ساری دنیا کی عورتیں۔کمرے میں ٹہلتے ہوئے اُس نے بے حد تلخی سے سوچا تھا۔

داؤد کی بد قسمتی تھی کہ وہ مومن کی اس کیفیت میں مومنہ کو اُس کے آفس میں لئے چلا آیا تھا۔

''مومن بھائی یہ مومنہ کو سکرپٹ میں کچھ تبدیلیوں پر بات کرنی ہے اور۔۔۔''

داؤد نے دروازہ کھول کر مومنہ کے ساتھ اندر آتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا اور مومن نے بے حد درشتگی سے اُس کی بات کاٹ دی تھی۔

''وہ خود آ سکتی ہے۔۔۔ اور بات کر سکتی ہے۔۔۔تمہاری ترجمانی کی ضرورت نہیں ہے اُسے۔۔۔'' مومنہ اور داؤد نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر داؤد نے بے حد نروس انداز میں کہا۔

''میں۔۔۔سوری۔۔۔ٹھیک ہے مومن بھائی۔۔۔میں کافی بھجواتا ہوں۔'' وہ بڑے شرمندہ سے انداز میں کہتا ہوا برق رفتاری سے دروازہ کھول کر باہر چلا گیا تھا اور اُس کے جاتے ہی مومنہ نے

بڑے محتاط سے لہجے میں اُس سے کہا۔

''میرا خیال ہے میں شاید غلط وقت پر آ گئی ہوں۔۔۔آپ کا موڈ کسی وجہ سے خراب ہے۔''

مومن نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے اُتنی ہی بدتمیزی کے ساتھ اُس سے کہا۔

''میں کل ساری رات آپ کو فون کرتا رہا اور آپ نے کال ریسیو نہیں کی۔''

مومنہ نے کچھ گڑبڑا کر اُس سے کہا۔

''اوہ۔۔۔سوری۔۔۔میں نے۔۔۔شاید دیکھا نہیں۔''

''دیکھا تو ضرور ہوگا لیکن آپ نے سوچا ہوگا میں فلرٹ کرنے کے لئے آپ کو آدھی رات کو کالز کر رہا ہوں۔کیونکہ فارغ ہوں میں اور آپ کے ''حسن'' کو resist نہیں کر پا رہا۔''

مومنہ نے ہکا بکا انداز میں اُسے دیکھا تھا۔وہ بالکل اُس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اُس کا انداز بے حد جارحانہ تھا۔

''میں دوسروں کے بارے میں اندازے لگانے کی شوقین نہیں ہوں۔'' اُس نے اس بار کچھ خفگی سے مومن سے کہا تھا۔

''آپ کا شوق شاید جھوٹ بولنا ہے۔'' اُس نے اسی انداز میں اُس سے کہا تھا۔

''Excuse me'' مومنہ کو سمجھ نہیں آئی وہ کیا بات کر رہا تھا۔

''مجھے پسند نہیں ہے کہ میرے ساتھ کام کرنے والے لوگ میرے آفس میں افیئر چلائیں اور میرے سٹوڈیو کو ہوٹل سمجھ لیں۔'' مومنہ کو اب بھی اُس کی بات کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

''آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟'' اُس نے اس طرح مومن کی بات کاٹی تھی۔

''میں داؤد اور آپ کی بات کر رہا ہوں۔'' وہ بُت بن گئی۔اُس کا چہرہ سرخ ہوا پھر اُس نے قلبِ مومن کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ دے مارا۔

''تم نے ہر ایک کو حسنِ جہاں سمجھ رکھا ہے کہ کچھ بھی کہو گے کچھ بھی سمجھو گے کچھ نہیں ہوگا۔''

گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی کے عالم میں وہ شعلہ جوالہ بنی مومنہ سلطان کو اپنے آفس سے نکلتا دیکھتا رہا۔وہ اُس کی زندگی کا پہلا تھپڑ تھا۔مگر مارنے والی اُسے اُس کی ماں کا طعنہ دے کر گئی تھی۔

.....☆.....

''ایک جھانپڑ داؤد کو بھی دے مارتیں۔'' سمندر کے کنارے بیٹھے ہوئے اقصیٰ نے بڑی خفگی سے اُس سے کہا تھا۔

''اُس کا کیا قصور تھا؟'' مومنہ نے بے ساختہ کہا۔

''اُس نے اپروچ کیا تھا تمہیں اس فلم کے لئے اور میں نے منع کیا تھا تمہیں۔'' اقصیٰ نے جیسے اُسے یاد دلایا تھا۔

''اُس نے مجبور نہیں کیا تھا فلم کی کہانی نے مجبور کیا تھا۔۔۔ غلطی ہوگئی۔''

سمندر کے پانی میں پتھر پھینکتے ہوئے مومنہ نے اقصیٰ سے کہا۔ اُس نے پتہ نہیں پچھلے ایک گھنٹہ میں وہاں بیٹھے ہوئے سمندر میں کتنے پتھر پھینکے تھے اور اقصیٰ اُس کا چہرہ دیکھتی رہی تھی۔

''قلبِ مومن جیسے لوگ کبھی راہِ راست پر نہیں آتے۔ وہ پہلے یہاں ہوتے ہیں پھر وہاں۔ یہ جو بیچ کا راستہ ہے نا۔ اُنہیں ان پر چلنا نہیں آتا۔'' اقصیٰ نے جیسے اُسے تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔

''مجھے لگا آ گیا۔'' مومنہ نے ایک پتھر اور پھینکا تھا سمندر میں۔

''اچھا ہوا تمہاری جان چھوٹ گئی۔ اب اگلی انٹرنیشنل فلم کرنا، لوکل فلم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں یہ فلم سائن کرنی ہی نہیں چاہیے تھی۔'' وہ اُس سے کہتی جا رہی تھی۔

''کچھ چیزوں سے جان چھوٹ کر بھی نہیں چھوٹتی۔'' ایک اور پتھر پانی میں پھینکتے ہوئے مومنہ نے کہا تھا۔

''مثلاً۔۔۔؟'' اقصیٰ نے اُس سے پوچھا۔

''مجھے لگتا ہے میں پیار کر بیٹھی ہوں مومن سے۔۔۔ جیسے حسنِ جہاں طٰہٰ سے کر بیٹھی تھی۔۔۔ غلطی کی نا؟''

اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں اقصیٰ سے کہا اور اقصیٰ ساکت رہ گئی۔ مومنہ آہستہ سے اُس کے گلے لگ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ وہ اُسے تھپکنے لگی تھی۔

.....☆.....

''اتنی بڑی بات آپ نے سوچ بھی کیسے لی مومن بھائی؟ مطلب۔۔۔ میری شادی ہونے والی ہے اقصیٰ سے اور آپ۔۔۔ اور پھر سیدھا مومنہ سے ہی جا کر کہہ دیا۔ شک ہوا تھا تو مجھ سے کہتے۔ مجھ سے بات کرتے۔ آپ سے کتنی بار کہا تھا میں نے وہ Diva نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی Diva کی طرح رہتی ہے۔''

داؤد کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ مومن پر غصہ کرے یا ترس کھائے۔ وہ اُس کے سامنے سر جھکائے چپ چاپ بیٹھا تھا۔ مومنہ کے وہاں سے نکلتے ہی داؤد کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اُس کے اور مومن کے درمیان

کچھ ہوا تھا۔مگر جو ہوا تھا اُس کا تعلق اُس سے تھا،اس کا تصور تو داؤد کے فرشتوں نے بھی نہیں کیا ہوگا۔ مومن نے بے حد صاف گوئی اور شرمندگی سے اُسے سب کچھ بتایا تھا۔اور داؤد کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی۔

''تم مجھے بتا دیتے اُس کی ماں کی بیماری کے بارے میں۔'' بہت لمبی خاموشی کے بعد مومن نے بالآخر کہا تھا۔

''آپ موقع تو دیتے۔آپ تو چانس ہی نہیں دیتے کسی بات کا۔'' وہ جھلایا تھا۔

''کچھ کر سکتے ہو اب؟'' مومن نے ڈھیٹ بن کر اُس سے کہا تھا۔

''ہاں۔۔۔دُعا!'' داؤد نے بھی اُسی انداز میں کہا تھا۔

''بیٹھ کر کرو پھر۔'' مومن نے اُٹھتے ہوئے اُس سے کہا تھا۔

''مومن بھائی مومنہ سلطان نے فلم چھوڑی تو یہ فلم نہیں بنے گی یہ بتا رہا ہوں میں آپ کو۔'' دروازے سے نکلتے ہوئے اُس نے داؤد کو کہتے سنا تھا لیکن جواب دیئے بغیر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

وہ نادم تھا مگر اُس ندامت کے اظہار کا کوئی طریقہ نہیں تھا۔شاید اُس کے اور مومنہ سلطان کے ستارے ہی نہیں ملتے تھے اور کیوں نہیں ملتے تھے،اُسے یہ جاننا تھا۔

.....☆.....

وہ سرخ آنکھوں اور سُتے ہوئے چہرے کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئی تھی اور داخل ہوتے ہی پچھتائی تھی۔وہاں سلطان بیٹھا ہوا تھا۔

''آج بہت دیر ہوگئی مومنہ۔''

''جی ابا دیر ہوگئی۔اب سونے جا رہی ہوں آپ بھی سو جائیں۔''

وہ کہتے ہوئے رُکے بغیر اُن سے نظریں ملائے بغیر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔اُس نے دُعا کی تھی سلطان نے اُس کی سرخ سوجی ہوئی آنکھیں نہ دیکھی ہوں۔وہ اُس سے کچھ بھی پوچھنے نہ آئے۔دُعا قبول نہیں ہوئی تھی۔

اُس نے کمرے میں آ کر اُس گلاس vase میں پڑے سفید گلاب نکال کر اُنہیں ابھی ڈسٹ بن میں پھینکا ہی تھا جب وہ دروازہ بجا کر اندر داخل ہوا تھا۔

''ابا کوئی سوال نہ پوچھئے گا۔میں بہت روئی ہوں اب اور رونا نہیں چاہتی۔'' اُس نے سلطان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔

''کس نے رُلایا ہے تمہیں؟'' سلطان کچھ دیر کھڑا رہا تھا۔ پھر کچھ بے چین ہو کر اُس نے مومنہ سے پوچھا تھا۔

''میں حسنِ جہاں ہوں۔ کون رُلائے گا مجھے ابا۔'' اُس کی آنکھیں یک دم آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔

''قلبِ مومن!'' سلطان نے بے اختیار کہا تھا۔

''وہ کیوں judge کرتا ہے ہر عورت کو؟ کیوں ہر عورت اُس کی نظر میں حسنِ جہاں ہے؟'' وہ روتے ہوئے باپ سے پوچھ رہی تھی۔

''ہر عورت اُس کی نظروں میں حسنِ جہاں نہیں ہے۔ صرف حسنِ جہاں ہی حسنِ جہاں ہے۔ حسنِ جہاں کا زوال لکھا ہے قلبِ مومن نے اپنے ہاتھ سے۔''

سلطان صوفہ پر بیٹھتے ہوئے عجیب سے لہجے میں بڑبڑایا تھا۔

''اُس کی وجہ سے خودکشی کی تھی حسنِ جہاں نے؟'' مومنہ نے یک دم پوچھا۔ سلطان نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔

''کیسے مری تھی وہ؟'' وہ اُسے کُریدرہی تھی۔

''اس سکرپٹ میں تو لکھا ہے کہ وہ دوسری شادی کر کے خوشی سے جیتی رہی تھی۔'' وہ سلطان سے کہہ رہی تھی۔ یوں جیسے حسنِ جہاں کی داستان کا باقی حصہ سُننا چاہتی تھی۔

''میں نے مارا تھا اُسے۔۔۔ یہ کام میں نے کیا تھا۔'' سلطان بڑبڑایا تھا اور مومنہ جیسے فریز ہو گئی تھی۔

.....☆.....

''مجھ سے اتنی نفرت ہو گئی ہے مومن کو اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔''

حسنِ جہاں نے سوئے ہوئے قلبِ مومن کو دیکھتے ہوئے جیسے بڑبڑاتے ہوئے وہ خط سلطان کی طرف بڑھایا تھا۔ مومن کا لیٹر باکس خطوں کے ڈھیر کے ساتھ حسنِ جہاں کے سامنے میز پر پڑا ہوا تھا اور وہ ایک کے بعد ایک خط کو اُٹھا کر پڑھتے ہوئے روتے ہوئے سوئے ہوئے مومن کو دیکھتی جاتی تھی جس کے بازو پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا۔

''وہ بچہ ہے۔ بچوں کو محبت اور نفرت کا کیا پتہ؟'' سلطان نے خط پر ایک نظر ڈالی تھی اور حسنِ جہاں سے کہا تھا۔

''تم اس کے خط پڑھو سلطان ۔ وہ جانتا ہے وہ مجھ سے نفرت کیوں کر رہا ہے۔'' سلطان کی دلیل نے جیسے اُسے قائل نہیں کیا تھا۔

اس سے پہلے کہ سلطان کچھ کہتا، کمرے کا دروازہ دھڑ سے کھلا تھا اور ممتاز اندر آتے ہوئے چلائی تھی۔

''تماشہ بنایا ہوا ہے تو نے حسنِ جہاں۔''

''اماں وہ سو رہا ہے۔''

حسنِ جہاں جیسے مومن کی طرف دیکھ کر منت والے انداز میں گڑگڑائی تھی جو ممتاز کی بلند آواز پر کسمسانے لگا تھا۔

''سو رہا ہے۔ مرتو نہیں گیا۔ میں تیرے لئے رزق تلاش کرتی پھر رہی ہوں اور تو۔۔۔ تجھے مومن کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ فلمیں تجھے مل نہیں رہیں۔ اب یہ پرائیوٹ محفلیں بھی نہیں ہوں گی تو تجھ سے پہلے یہ مرے گا۔۔۔ یاد رکھنا تو۔'' وہ اُسی طرح بلند آواز میں مومن کی طرف ہاتھ لہرا لہرا کر کہتی گئی تھی۔

''میں نہیں کرنا چاہتی یہ پرائیوٹ محفلیں اماں۔'' حسنِ جہاں نے یک دم خفگی سے کہا تھا۔

''تو کیا کرے گی تو؟ بتا کیا کرے گی؟ عمر دیکھی ہے اپنی؟ شکل دیکھی ہے؟ تجھ سے آدھی عمر کی لڑکیوں نے انڈسٹری سر پر اُٹھا رکھی ہے اور تو۔۔۔ تو سمجھتی کیا ہے اپنے آپ کو حسنِ جہاں؟ کون ہے تو کہ تیرے لئے آتے رہیں گے لوگ؟'' ممتاز بولتی چلی گئی تھی۔

''آپا ممتاز۔۔۔!'' سلطان نے جیسے حسنِ جہاں کو بچانے کی کوشش کی تھی۔

''دفع دور۔''

وہ اُسے پھٹکارتی وہاں سے چلی گئی اور اُس کے جاتے ہی حسنِ جہاں نے مومن کو دیکھا تھا۔ وہ اپنے بستر میں آنکھیں کھولے لیٹا تھا۔ ممتاز اور حسنِ جہاں کی ساری باتیں یقیناً اُس نے سنی تھیں۔

''مومن!'' حسنِ جہاں بے اختیار اُس کی طرف لپکی تھی۔ اُس نے کروٹ لیتے ہوئے بستر پر اُس کی طرف پشت کر لی تھی۔

''مجھے بات نہیں کرنی آپ سے۔۔۔ آپ میری ممی نہیں ہیں۔'' حسنِ جہاں وہیں رُک گئی تھی۔ سلطان لپکا آیا تھا۔

''بچہ ہے۔ بھول جائے گا۔'' سلطان نے اُس کا کندھا تھپک کر اُس کو تسلی دی۔ حسنِ جہاں نے

عجیب سے انداز میں کہا۔

''ہاں! بچہ ہے۔بھول جائے گا۔'' وہ کیا سوچ رہی تھی، سلطان کو اندازہ نہیں تھا۔

.....☆.....

اگلے چند ہفتوں میں اُس نے مومن اور سلطان کے لئے ترکی جانے کے انتظامات کئے تھے اور سلطان کو اُس دن اطلاع دی تھی جس دن اُن دونوں کی سیٹ بک ہوگئی تھی۔ وہ قلبِ مومن کو بتا دینے کے بعد اُس کا سامان پیک کر رہی تھی۔

''آپ اُسے بھیج دیں گی تو کیا محبت اور عزت کرنے لگے گا آپ سے؟'' سلطان نے اُسے روکنا چاہا تھا۔

''اُسے لانا ہی نہیں چاہیے تھا مجھے پاکستان۔'' وہ رُکی نہیں تھی۔ اُس کا سامان سمیٹتی رہی تھی۔

''بابا کے پاس چھوڑ دینا چاہیے تھا۔''

''وہ بھی غلط فیصلہ ہوتا آپ کا۔۔۔ جیسے یہ غلط فیصلہ ہے۔ایک بوڑھا خطاط اپنی زندگی کے آخری سالوں میں اُسے کیا بتائے گا اور کیا سکھائے گا۔'' سلطان نے اعتراض کیا تھا۔

''جو بھی بتائے گا حسنِ جہاں سے بہتر بتائے گا۔ جو بھی سکھائے گا حسنِ جہاں سے بہتر سکھائے گا۔'' وہ اُس کا سامان پیک کر چکی تھی۔

''اُس پر اتنا یقین کیوں ہے آپ کو؟'' سلطان نے بُرا منایا تھا۔

''حلال کماتے ہیں نا وہ جو میں نہیں کماتی۔ وہ قلبِ مومن کو حلال پر پالیں گے جو میں نہیں پال سکتی۔'' سلطان کا دل جیسے خون ہوا اُس کے ان جملوں پر۔

''ایک منٹ لگایا آپ نے اپنی اور میری خون پسینے کی کمائی کو گٹر میں ڈالنے میں۔سب حرام تھا، سب حرام ہے۔ایسی بے رحمی کہاں سے سیکھ لی آپ نے حسنِ جہاں جی؟'' وہ اُس سے لڑنے لگا تھا۔

''اپنی بیٹی کو حسنِ جہاں بناؤ گے سلطان؟'' حسنِ جہاں نے یک دم اُس سے کہا۔ وہ بول نہیں پایا۔

''سوچنا پڑ رہا ہے نا؟ بس یہی سوچ پھندہ بن گئی ہے میرے پیروں کا بھی۔ ساری زندگی یہی کمایا ہے اور یہی کھایا ہے۔ کسی سوال، کسی ضمیر کی چبھن کے بغیر۔۔۔ پرطہٰ عبدالعلی نے بیڑا غرق کر دیا ہے میرا۔سوال دے دیئے ہیں مجھے۔اللہ سے آشنائی کروا دی ہے۔

وہ مجھ سے پیار کرتا ہو نہ کرتا ہو، خوش ہو نہ ہو پر اُس کی طرف جانے والا راستہ نظر آنے لگا ہے مجھے۔اور وہ راستہ یہ نہیں ہے جس پر میں اور تم چل رہے ہیں۔ حسن اور جسم کی روٹی بھی کوئی روٹی ہے۔''

وہ روتے ہوئے ہنسی تھی۔

''اب عروج نہیں آئے گا آپ پر حسنِ جہاں جی! اب عروج نہیں آئے گا۔ آپ تو حرام اور حلال کے چکروں میں پڑ گئی ہیں۔ عروج آ کر کرے گا کیا آپ کے پاس؟''

سلطان نے طیش کے عالم میں اُس سے کہا تھا۔ اُسے جیسے پروا ہی نہیں تھی۔

''عروج کا اب کرنا کیا ہے میں نے سلطان؟ عروج مجھ سے طٰہٰ لے گیا۔ زوال مومن لے کر جا رہا ہے۔ کون اچھا ہے کون بُرا؟ تم بتاؤ۔''

سلطان چپ ہو گیا تھا۔ وہ ایک محبوبہ اور ماں کا اعترافِ شکست تھا۔ وہ اُس کے سامنے جو بھی دلیل دیتا، ہار جاتا۔

.....☆.....

''اب میرا کام ختم!''

عبدالعلی کے گھر کے دروازے پر مومن کی اُنگلی اُن کے ہاتھ میں دیتے ہوئے اُس نے عبدالعلی سے کہا تھا۔ وہ اُن کے اصرار کے باوجود اندر نہیں گیا تھا اور مومن بے حد خوشی کے عالم میں دادا سے ملا تھا۔

''آپ کا سامان آپ کے حوالے۔ اب میں چلتا ہوں۔ میرا بس اتنا ہی کام تھا۔'' اُس نے عبدالعلی سے کہا تھا۔

''حسنِ جہاں کیسی ہے؟'' عبدالعلی نے بے اختیار پوچھا تھا۔

''آپ نے اُنہیں کسی کام کا نہیں چھوڑا۔ نہ اس دُنیا کا نہ اگلی دُنیا کا۔'' سلطان کو جیسے اُن کے اس سوال نے بھڑاس نکالنے کا موقع دے دیا تھا۔

''مجھ سے حرام حلال کی باتیں کرتی ہیں۔ کہتی ہیں آپ مومن کو حلال پر پالیں گے تو وہ نیک بنے گا۔ نیک بننا اتنا آسان ہوتا ہے کیا؟ کہ حلال کھاؤ اور مومن ہو جاؤ؟'' اُس نے عبدالعلی کو جیسے طعنہ دیا تھا۔ وہ چپ چاپ کھڑے سنتے رہے تھے۔ حسنِ جہاں کے زوال کی داستان بہ زبان سلطان۔

''وہ آ جاتی یہاں۔ وہ کیوں نہیں آئی؟ اس گھر میں اُس کے لئے بہت جگہ ہے۔ میرے پاس اُس کے لئے بہت رزق ہے۔'' سلطان نے عبدالعلی کو غمگین آواز میں کہتے پایا۔

''اس گھر میں طٰہٰ کے ساتھ آنے یا رہنے دیا ہوتا آپ نے تو آج حسنِ جہاں یہیں ہوتی۔ اب یہاں کیسے آئے کیسے رہے وہ؟ آپ چاہتے ہیں روز جیئے روز مرے وہ۔'' سلطان نے اُن سے کہا تھا اور

پھر وہ وہاں سے پلٹ آیا تھا۔

.....☆.....

''حسنِ جہاں کی کوٹھی تھی، کیسے بیچ دی آپ نے؟''

ترکی سے واپس آتے ہی جو پہلی بجلی سلطان پر گری تھی وہ یہی تھی کہ اُس کی عدم موجودگی میں ممتاز بیگم نے حسنِ جہاں سے کاغذات پر دستخط کروا کر اُس کی کوٹھی کا سودا کر لیا تھا اور سلطان یہ بات پتہ چلنے پر حسنِ جہاں کے منع کرنے کے باوجود ممتاز سے لڑنے پہنچ گیا تھا۔

''تو جو قرضے اس گھر پر چڑھ گئے تھے وہ حسنِ جہاں کا باپ اُتارتا آ کر۔'' ممتاز نے بے حد بدتمیزی سے اُس سے کہا تھا۔

''اتر جاتے قرضے۔ کر رہی ہیں وہ کام۔'' اُس نے ممتاز سے کہا تھا۔

''ختم حسنِ جہاں! اب کوئی کام نہیں۔ کتنے مہینے ہو گئے کوئی ایک پارٹی نہیں ہوئی۔ تو خود جا جا کر پروڈیوسروں کو بلاتا رہا ہے۔ بتا کتنے آئے تیرے دعوت ناموں پر۔'' ممتاز نے تنک کر اُس سے کہا۔

''آپ نے چھوٹی بہن کو سٹار بنا دیا ہے اس لئے کوئی نہیں آتا حسنِ جہاں کے لئے۔ اُس کو پروموٹ کرنے میں لگی ہیں آپ آپا ممتاز حسنِ جہاں کے پیسے پر۔'' سلطان نے تلخی سے اُن سے کہا تھا۔

''آپا ممتاز! وہ بھی بیٹی ہے آپ کی۔ لاکھوں کما کر دیتی رہی ہے۔ اب بُرا وقت آیا ہے تو آپ کیسے چھوڑ رہی ہیں اُسے۔'' سلطان نے یک دم اپنا لہجہ نرم کر لیا تھا۔ وہ اب منت والے انداز میں ممتاز سے بات کرنے لگا تھا۔

''ارے چھوڑ کہاں رہی ہوں؟ مخدوم صاحب سے بیاہ رہی ہوں اُسے۔'' ممتاز بیگم نے بڑے انداز سے کہا تھا۔

''آپا خدا کے لئے مخدوم صاحب سے بیاہنے کی بات نہ کرنا۔ اُن کی حویلی میں گھوڑے، کُتے، عورتیں ہیں اور تینوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور حسنِ جہاں، حسنِ جہاں ہے۔'' اُس نے ممتاز کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

''اس عمر میں یہ بھی مل رہا ہے تو غنیمت ہے۔ تو چاہتا ہے کوئی بھی نہ ملے اُسے۔'' ممتاز نے ہتک آمیز انداز میں کہا تھا۔

''میں آگ لگا دوں گا اس گھر کو اگر اس گھر سے کوئی حسنِ جہاں کو نکالنے آیا تو۔'' سلطان اُس کے جملوں پر یک دم آپے سے باہر ہوا تھا۔

ممتاز اُس کے چلانے پر چیخ چیخ کر اپنے ملازموں کو بلانے لگی تھی۔ سلطان کو گالیاں دیتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''تجھے تو کُتوں کے سامنے ڈلواتی ہوں ٹکڑے کروا کر تیرے۔''

اس سے پہلے کہ ملازم آتے اور سلطان پٹتا، حسنِ جہاں بھاگتی ہوئی آ کر ماں کے سامنے سلطان کے لئے ڈھال بن گئی تھی۔

''اماں کچھ نہیں کہے گا یہ اب۔ گھر تو بیچ دیا، مجھے بتانا کب خالی کرنا ہے۔ سلطان کو کچھ مت کہہ۔''

''اب اس پالتو کو پٹہ ڈال کر رکھ۔'' ممتاز رعونت سے کہتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی اور حسنِ جہاں سلطان کو کھینچتے ہوئے اپنے کمرے میں لے آئی تھی۔

''تم بھی چلے جاؤ سلطان۔ تمہارے بیوی بچے ہیں۔ کب تک میرے ساتھ لٹکے رہو گے۔''

اُس نے کمرے میں آتے ہی اُس سے کہا تھا۔

''کوئی ایسا نہیں ہے جو آپ کی حفاظت کرے۔ آپ کو بچالے مخدوم صاحب سے۔'' سلطان یک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔

''اللہ سے کہا ہے میں نے سلطان، وہ مدد بھیجے گا۔ وہ مدد بھیجے گا۔''

وہ بڑبڑا رہی تھی اور سلطان کو لگا تھا وہ پاگل ہو رہی تھی۔ نہ وہ ولی تھی نہ قطب نہ درویش۔۔۔ اُس کے لئے کون سا معجزہ ہوتا؟ کون سی مدد آ جاتی؟ وہ یہ سب اُس سے کہہ نہیں سکتا تھا مگر زندگی میں پہلی بار سلطان نے دُعا کی تھی کہ کوئی مل جائے حسنِ جہاں کو۔ کوئی زندگی کا ساتھی جو حسنِ جہاں کا زوال روک لے۔ اُسے بچالے اُن سب بلاؤں سے جن سے سلطان نہیں بچا پا رہا تھا۔

اور مدد آ گئی تھی۔

.....☆.....

''عبدالعلی نے ٹکٹ بھجوادی تھی اُس کے لئے ترکی سے۔ اُس کے پاس ترکی کی شہریت تھی۔ ویزہ لینے کی ضرورت نہیں تھی اُسے۔'' وہ عجیب شکست خوردہ بتا رہا تھا۔

''میں نے بھگا دیا اُسے لیکن یہ ڈرامہ رچایا کہ حسنِ جہاں نے سمندر میں کود کر خودکشی کر لی۔ سمندر کے کنارے اُس کا بیگ، جوتے اور اُس بیگ میں خودکشی کا رُقعہ میں رکھ کے آیا تھا اور میں نے ہی اپنے ایک دوست سے کہہ کر اُس کی خودکشی کی خبریں اخباروں میں لگوائی تھیں۔ اُس کی خودکشی کا ڈرامہ نہ رچاتے تو مخدوم صاحب کے آدمی ترکی میں بھی ڈھونڈ لیتے اُسے۔ ممتاز بیگم جان سے مار دیتی مجھے۔ مجھ

پر شک تھا اُسے پر میرا غم دیکھ کر یقین ہو گیا تھا اُسے کہ وہ واقعی مر گئی تھی۔''

مومنہ باپ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ وہ کیا آدمی تھا۔ وہ کیسی محبت تھی۔ قصے کہانیوں والی۔ مومنہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اُس سے کیا کہتی۔

وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو دیکھ رہا تھا۔ کبھی اُنہیں رگڑنے لگتا کبھی پھر دیکھنے لگتا۔

''ترکی میں شادی کر لی تھی اُس نے۔ پھر دوبارہ کبھی رابطہ نہیں ہوا۔ ہوسکتا ہے اُس نے کیا ہو۔ کوئی خط کبھی لکھا ہو میرے نام پر گھر بدل لیا تھا میں نے۔۔۔ اگر کوئی خط آتا بھی تو کہاں آتا۔'' وہ کہہ رہا تھا۔

''ابا! کیا تھا حسنِ جہاں میں کہ اس حد تک چلے گئے آپ؟ ایسے کون کرتا ہے کسی کے لئے محبت میں؟'' مومنہ نے باپ سے کہا تھا۔

سلطان نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ اُس کی نظروں میں چمک آئی اور چہرے پر مسکراہٹ۔ پھر اُس نے بڑے فاتحانہ انداز میں مومنہ سے کہا۔

''سلطان!''

''صرف سلطان ہی کر سکتا ہے۔'' مومنہ نے باپ کو جیسے داد دی تھی۔

''کس سے شادی ہوئی تھی آپ جانتے ہیں؟'' اُس نے جاتے ہوئے سلطان سے پوچھا تھا۔

اُس نے کھڑے ہوتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''یہ کیسے پوچھتا کس سے ہوئی؟ اتنا ظلم کیسے کرتا سلطان اپنے آپ پر؟ لیکن میں یہ جانتا ہوں جس سے بھی ہوئی تھی۔۔۔ وہ خوش ہوگی۔ نہ ہوتی تو سلطان کو ضرور پکارتی۔'' اُس نے کہا تھا اور لنگڑاتا ہوا اُس کے کمرے سے چلا گیا تھا۔

وہ محبت کی ایک عجیب داستان تھی جس کا تیسرا نہیں چوتھا کونہ سلطان تھا۔ مومنہ وہاں بیٹھی حسنِ جہاں کی زندگی کی بھول بھلیوں میں سلطان کو ڈھونڈ رہی تھی۔ اُسے حسنِ جہاں پر عجیب رشک آیا تھا۔ اُس میں کیا تھا کہ اُسے یوں چاہا جاتا۔ کیا تھا کہ وہ یوں چاہی گئی۔

ایک عجیب کھوج تھی جو اُسے حسنِ جہاں کے بارے میں لگی تھی۔ وہ کہاں تھی؟ اور اگر زندہ تھی تو قلبِ مومن سے دور کیوں تھی؟ اور سلطان۔۔۔ سلطان سے دور کیوں تھی؟

.....☆.....

گھر کے دروازے پر بیل ہونے پر ثریا نے باہر جا کر دروازہ کھولا تھا۔ قلبِ مومن نے اُس کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

''السلام علیکم! یہ مومنہ سلطان کا گھر ہے؟'' ثریا نے اُس کے ہاتھ میں پکڑے سفید گلاب دیکھ کر کہا۔

''ہاں! ہاں اُسی کا ہے۔ پھول دینے آئے ہیں؟'' قلبِ مومن کچھ شرمندہ ہوا۔

''نہیں آنٹی! میں۔۔۔ میرے ساتھ فلم میں کام کر رہی تھی وہ۔''

قلبِ مومن کو اپنا نام لیتے ہوئے عجیب جھجھک ہوئی لیکن ثریا نے بے اختیار اُس سے کہا۔

''قلبِ مومن؟'' مومن ٹھٹکا۔

''آپ جانتی ہیں مجھے؟''

''ارے ہاں ہاں! میں مومنہ کی ماں ہوں ثریا۔ میں سب جانتی ہوں۔ اندر آ جاؤ۔''

اُس کا ہاتھ پکڑے وہ اُسے اندر لے آئی تھی۔

''گھر میں کوئی ہے ہی نہیں۔ ملازم چھٹی پر ہے، ڈرائیور مومنہ کو لینے گیا ہے اور مومنہ کے ابا کسی دوست کے گھر گئے ہوئے ہیں۔'' اُس نے مومن کو لاؤنج میں لا کر بٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

''اور آپ پھر بھی مجھے اندر لے آئیں۔ آنٹی یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔'' قلبِ مومن نے جیسے اُسے سمجھایا تھا۔

''کوئی کیا لے جائے گا ہم سے بیٹا؟ عمر کے اس حصے میں اب کسی سے ڈر نہیں لگتا۔ ارے یہ سفید گلاب تم دیا کرتے تھے مومنہ کو۔''

ثریا نے کہتے کہتے اُس کے ہاتھ میں پکڑے سفید گلابوں کو دیکھا اور یک دم جیسے اُسے مومنہ کے کمرے میں vase میں رکھے ہوئے گلاب یاد آئے تھے۔ قلبِ مومن گڑبڑا گیا تھا۔ نہ وہ ہاں کر سکا نا ہی نہ۔

''گلدان میں رکھے رکھتی تھی مرجھائے اور سوکھے ہوؤں کو بھی۔ پھینکنے نہیں دیتی تھی۔ وہ تو اب پھینکنے دیئے ہیں مجھے۔'' ثریا روانی میں بتاتی گئی تھی۔ مومن کے چہرے پر جیسے ایک رنگ آ کر گزرا تھا۔

''لاؤ یہ گلاب رکھ آؤں اُس کے کمرے میں۔'' ثریا نے اُس کے ہاتھ سے گلاب لے لئے تھے۔

''پتہ نہیں آپ کا چہرہ کیوں دیکھا دیکھا لگتا ہے مجھے۔''

مومن کو یہ احساس اُسے دروازے پر دیکھ کر ہو گیا تھا لیکن اندر آ کر اُس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے یہ احساس مزید گہرا ہو گیا تھا کہ وہ ثریا سے مل چکا تھا۔

بچپن میں ایک بار ثریا حسنِ جہاں سے ملنے آئی تھی اور تب قلبِ مومن نے بے حد سرسری انداز

میں اُسے دیکھا تھا۔ وہ اُس وقت ثریا اور حسنِ جہاں کے پاس بیٹھا ہوتا تو آج ثریا کو پہچاننے میں اُسے دقت نہ ہوتی لیکن اس کے باوجود ثریا کا چہرہ اُس کے لاشعور میں کہیں محفوظ ہو گیا تھا۔

.....☆.....

لاؤنج میں شام کے وقت داخل ہونے پر مومنہ کو وہاں ثریا کے ہنسنے اور گانے کی آواز سنائی دی تھی اور خوف کی ایک لہر اُس کے جسم میں سے گزر کر گئی تھی۔ وہ کیا پھر اُسی کیفیت میں تھی؟ پھر جہانگیر کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی؟ مومنہ کچھ دیر کے لئے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھے وہیں کھڑی رہی تھی۔

''اب تو سالوں ہو گئے گائے، لیکن تم کہہ رہے ہو تو اس لئے کوشش کر رہی ہوں۔ کیا گاؤں؟ اور کیا گاؤں؟''

اُس نے ثریا کو کہتے سنا۔ وہ لاؤنج کے آخری کونے میں بیٹھی ہوئی تھی۔

''ارے ہاں سناتی ہوں۔ بس کبھی دل آئے تو سناتی ہوں یہ۔ آج صرف تمہارے لئے۔''

وہ جیسے کسی سے باتیں کرتے ہوئے کہہ رہی تھی اور گلا صاف کرتے ہوئے اُس نے بے حد سریلے انداز میں گانا شروع کر دیا۔

''میں تیرے سنگ کیسے چلوں سجنا
تو سمندر ہے میں ساحلوں کی ہوا۔''

مومنہ آگے بڑھ آئی تھی۔ ثریا کی پشت اُس کی طرف تھی اور مومنہ صرف اُسی کو دیکھ رہی تھی۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ لاؤنج میں کوئی اور شخص ہو سکتا ہے اور وہ بھی قلبِ مومن۔

وہ ایک تالی کی آواز تھی جس نے مومنہ کو چونکایا تھا اور اُس نے ایک دوسرے صوفہ پر بیٹھے قلبِ مومن کو دیکھا۔ وہ بھی اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ ثریا کو گانے کے بیچ میں داد دے رہا تھا۔

مومنہ آگے نہیں بڑھ سکی۔ وہ منظر اُس کے لئے اتنا ہی ناقابلِ یقین تھا۔ وہ وہاں کیسے موجود تھا؟

''کمال گایا ہے آپ نے آنٹی؟'' وہ ثریا سے کہہ رہا تھا اور وہ عجیب خوشی کے عالم میں ہنستے ہوئے شرما رہی تھی۔

''نہیں نہیں! تم میرا دل رکھ رہے ہو۔''

''بالکل بھی نہیں! میں نے فون پر ریکارڈ کیا ہے۔ ہیڈ فون ہے آپ کے پاس تو میں آپ کو سناتا ہوں۔ ہیڈ فون لگا کر سنیں۔'' اور یہ کہتے ہوئے اُس نے پہلی بار صوفے کے پار کھڑی مومنہ کو دیکھا اور وہ خاموش ہوا تھا۔

''ارے مومنہ! یہ قلبِ مومن آئے ہیں تم سے ملنے۔ میں ذرا ہیڈ فون لا کر دیتی ہوں انہیں۔ کہہ رہے ہیں فلم میں میرا گانا شامل کریں گے۔'' ثریا نے اُس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے مومنہ کو دیکھا تھا اور زیادہ دلچسپی لئے بغیر روانی میں اُس سے کہتے ہوئے کمرے سے چلی گئی تھی۔

''بیٹھیں!''

مومنہ نے جو کہا تھا، مومن کو اُس کی توقع نہیں تھی لیکن وہ دوبارہ بیٹھ گیا تھا۔ وہ بھی آ کر دوسرے صوفہ پر بیٹھ گئی تھی۔ ثریا کو اُس کے ساتھ خوش دیکھ کر مومنہ کا دل عجیب انداز میں پگھلا تھا۔

''میں معذرت کرنے آیا تھا۔'' قلبِ مومن نے بغیر کسی تمہید کے اُس سے کہا تھا۔

''اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے بھی شاید اوورری ایکٹ کیا۔'' مومنہ نے جواباً اُس سے کہا تھا۔

وہ اُس کی فلم کی ضرورت تھی اور اگر وہ فلم بچانے کے لئے اپنی انا چھوڑ کر اُس کے پاس آ گیا تھا تو مومنہ کے لئے یہ حیران کن نہیں تھا۔ وہ اس سے زیادہ اپنے گھر پر اُس کے آنے کو کوئی مفہوم دینے کے لئے تیار نہیں تھی۔

''زندگی میں پہلا تھپڑ کھایا ہے۔ کوشش کروں گا کہ آخری ہو۔'' مومن نے اُس سے کہا تھا۔ وہ اُس کے جملے پر مسکرا دی تھی۔ مومن بھی مسکرایا تھا۔

''حسنِ جہاں کو کیسے جانتی ہیں آپ؟'' مومن نے اگلے ہی لمحہ اُس سے پوچھا تھا۔

''اُس سے کیا تعلق ہے آپ کا؟'' قلبِ مومن نے کُریدا تھا۔ مومنہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ جیسے اُس کے سوال کا کوئی مناسب جواب دینے کے لئے لفظوں کا انتخاب کر رہی تھی۔ لیکن اُسے اس کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔

''مومنہ!''

قلبِ مومن اور مومنہ نے بیک وقت گردن موڑ کر باہر سے آتے سلطان کو دیکھا تھا اور مومن جیسے کرنٹ کھا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اُسے ایک لمحہ لگا تھا سلطان کو پہچاننے میں۔ اور پھر یہ جاننے میں کہ مومنہ سلطان کون تھی۔ سلطان کا چہرہ اُس کے حافظے پر نقش تھا۔

☆.....☆.....☆